Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس　مفتی محمد امجد　حکیم محمد فیضان　غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے

سالانہ.............. 300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270　فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....رمضان کی آمد پر ایک المناک سانحہ کی یادگار................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۲۴، آیت نمبر۳۱ تا ۳۳)... حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فوقیت......// // ۶

درسِ حدیث ....دین کا علم حاصل کرنے کی فضیلت اور ضرورت........مولانا محمد ناصر ۱۰

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ رمضان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں............مولوی طارق محمود ۱۶

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۶)...........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۲۴

بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (چوتھی وآخری قسط)..........................مفتی محمد رضوان ۲۷

تقلید کا ثبوت..عبدالواحد قیصرانی ۳۰

صحابیٔ رسول حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ..................مفتی محمد امجد حسین ۳۳

آدابِ تجارت (قسط۱۷).......................................مفتی منظور احمد صاحب ۳۶

دعوتِ طعام کے آداب (دوسری وآخری قسط).........................مفتی محمد رضوان ۳۹

ان چیزوں کا نام تصوف نہیں.....................ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۱

مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۵)............ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان ۴۳

دینی نصاب کا عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے..............// // ۴۶

علم کے مینار..........ہرچہ گیرد علّتی ......(قسط۱۰)...........مولانا محمد امجد حسین ۵۰

تذکرۂ اولیاء:.. تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۶).......مولانا محمد امجد حسین ۵۴

پیارے بچو! .... رمضان اور روزہ کیا ہے؟...............مفتی ابوریحان ۵۹

بزمِ خواتین .... خواتین اور رمضان..........................مفتی ابوشعیب ۶۳

آپ کے دینی مسائل کا حل... موسیقی کے انداز میں محفلِ حُسنِ قرائت اور نعت خوانی کا شرعی حکم.....ادارہ ۷۰

کیا آپ جانتے ہیں؟.... چند اصولی وفقہی باتیں (افادات: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)..مفتی محمد یونس ۸۵

عبرت کدہ .... حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۲)...............مولوی طارق محمود ۹۰

طب وصحت.......... کھجور (DATE).........................حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز............................مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں................ابرار حسین ستی ۹۷

Value of One Fasting of Ramzan.................................// // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

رمضان کی آمد پر ایک المناک سانحہ کی یادگار

گذشتہ سال ہمارے ملک میں رمضان المبارک کا آغاز ایک ایسے واقعہ اور سانحہ کے ساتھ ہوا تھا جس کے زخم ابھی تک پوری طرح مندمل نہیں ہوئے، یقیناً اس واقعہ اور سانحہ کو آپ حضرات سمجھ گئے ہونگے، یعنی ''خطرناک اور المناک زلزلہ'' جس کا تصور کرنے سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

لیکن ہماری آج کل کی معاشرتی زندگی مادیت کا ایسا گورکھ دھندا بن چکی ہے کہ ہم اسی کو سلجھانے میں پوری طرح مگن ہیں اور اس قسم کے واقعات اور سانحات کے حقیقی اسباب و نتائج کو بہت جلد فراموش کر دیتے ہیں۔ اور ایک طرح سے دوبارہ حاصل ہونے والی زندگی کی قدر و قیمت کا احساس ہمارے دلوں میں دیرپا طور پر قائم نہیں رہ پاتا۔

گذشتہ رمضان کا تقریباً پورا مہینہ ہی ملک کے بیشتر حصوں میں زندگی اور موت کی کشمکش کے سائے تلے گزرا تھا، چار ہزار کے لگ بھگ زلزلوں کے جھٹکوں نے انسانیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، ایک تحقیق کے مطابق ڈاکٹروں کے پاس نفسیاتی مریضوں کی آمد کی تعداد بھی غیر معمولی شمار کی گئی تھی، جو زلزلوں کے مسلسل آنے والے جھٹکوں کی وجہ سے ذہنی و نفسیاتی دباؤ میں مبتلا تھی، زلزلہ کے سانحہ کی زد میں آنے والی انسانیت کے ایسے عجیب و غریب مناظر کئی ماہ تک مسلسل سامنے آتے رہے جن میں ہر دریافت ہونے والا واقعہ پہلے سے زیادہ حیران کن تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و کبریائی اور بڑائی کے ایسے ایسے مناظر دنیا کے سامنے ظاہر فرمائے جو ایک عبرت و بصیرت کی آنکھ رکھنے والے انسان کے لئے آیاتِ بینات سے کم حیثیت نہیں رکھتے تھے، لیکن مادیت پرستی کے بت نے ان سب کو مادی اسباب کی بھینٹ چڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جس کے نتیجہ میں آنکھوں کی نعمت رکھنے والے نابینا، کانوں سے سننے کی طاقت رکھنے والے بہرے اور عقل کی نعمت رکھنے والے بے عقل ہو گئے۔

زلزلہ کو تنبیہِ خداوندی یا عذابِ خداوندی سمجھنے کے بجائے سائنسی تحقیقات و تدقیقات اور مادی اسباب و انتظامات وغیرہ کی طرف اس کی نسبتیں کی جاتی رہیں، اور نتیجتاً عبرت و بصیرت پکڑ کر اپنی حالت کو درست

Idara Ghufran

کرنے کے بجائے کچھ مزید بدتر ہی ہوتی چلی گئی۔ نہ غفلت میں کمی آئی، نہ گناہوں کا زور ٹوٹا، نہ دنیا کی محبت دلوں سے نکلی، نہ فحاشی وعریانی میں کمی آئی۔

رمضان المبارک کی حالیہ آمد پوری دنیا میں بسنے والے انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں اور اہلِ پاکستان کو بداعمالیوں اور گناہوں سے لت پت زندگی سے بچنے کی یاد دلاتی ہے، اور خبردار کرتی ہے کہ اگر رمضان المبارک کے رحمتوں وبرکتوں سے بھرے ہوئے مہینہ میں بھی گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت کو زحمت سے بدل دیا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک وہ خود ہی اپنے اچھے یا برے عمل سے اپنی حالت کو بدلوانے کی مستحق نہ بنالے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس مرتبہ رمضان المبارک کا آغاز اعمالِ صالحہ، اور توبۂ صادقہ کے ساتھ ہونا چاہئے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بنیں اور غضب سے بچیں۔

سانحہ کے بعد بچ رہنے والے متاثرینِ زلزلہ کو عبرت ونصیحت دلانے اور ان کی اصلاح وتربیت کا سامان کرنے کے بجائے بدقسمتی سے گانے بجانے اور موسیقی کے گھناؤنے پروگرام منعقد کر کے متاثرینِ زلزلہ کے غموں کو دور کرنے کے بہانے ان کو مختلف قسم کی عیاشیوں وفحاشیوں کا عادی بنایا گیا۔

اور اس سے بڑھ کر متاثرینِ زلزلہ کے نام پر مختلف امدادی اشیاء حاصل کر کے اور متاثرینِ زلزلہ کو کیمپوں میں بٹھا کر ان کو کام وکاج سے مصنوعی مفلوج واپاہج بنادیا گیا، چنانچہ بہت سے کیمپوں میں مقیم لوگوں کو ٹی وی فراہم کر کے ڈش لگادی گئیں، اور صبح سے شام تک کے لئے ٹی وی کے انسانیت سوز پروگراموں سے ان کا رشتہ جوڑ دیا گیا، معلوم نہیں کب تک ان لوگوں کو مصنوعی اپاہج سمجھ کر قوم سے امداد مانگی جاتی رہے گی، اور کب جا کر ان کو کام وکاج کے مواقع فراہم کر کے محنت ومزدوری میں مشغول کیا جائے گا۔

یہ طرزِ عمل ملک وملت کے لئے کسی طرح بھی مفید معلوم نہیں ہوتا، تعمیری وامدادی کاموں کے لئے ملک بھر اور دیگر ممالک سے مہنگی ترین اجرتوں پر جو مزدور فراہم کر کے ان کی اجرت کا بوجھ اپنے اوپر مسلط کیا گیا اور کیا جارہا ہے، اگر کیمپوں میں فضول پڑے ہوئے تندرست اور اعضاء صحیح سلامت رکھنے والے لوگوں سے کام کاج لیا جاتا اور ان ہی کو اجرت فراہم کی جاتی، تو نہ تو یہ افراد ملک وملت پر بوجھ بنتے اور نہ ہی اپاہج اور کاہل بننے کی نوبت آتی، اور نہ ہی امداد کے نام پر قوم اور دنیا کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلانا پڑتا۔

گذشتہ رمضان المبارک میں پوری قوم نے جس طرح اندھا دھند زکوۃ وصدقات سے متاثرینِ زلزلہ کے

نام پر تعاون کر کے بھیڑ چال کر ثبوت پیش کیا تھا، بعید نہیں کہ اس مرتبہ بھی رمضان میں دوبارہ بعض عناصر متحرک ہوکر قوم سے زکوٰۃ وصدقات بٹور کر اپنے مذموم عزائم پورے کریں۔

قوم کو جذبات کی رو میں بہہ کر بغیر سوچے سمجھے کوئی بھی ایسا قدم اٹھانے سے پرہیز کرنا چاہئے جو ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق بنے، خصوصاً زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ جیسے شرعی فرائض اور دینی طور پر باعثِ فضیلت عمل بجالانے کے لئے میڈیا یا بعض مخصوص مفاد پرست عناصر کی پروپیگنڈہ مہم سے متاثر ہوکر اپنے مالی تعاون اور زکوٰۃ وغیرہ کو بے جا وبے مصرف ضائع نہ کرنا چاہئے۔

شرعی فرائض اور دینی اعتبار سے قابلِ اجر کام اسی وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور شرعاً معتبر قرار دیئے جاسکتے ہیں جب اس باب میں شریعت کے اصولوں اور مقررہ شرعی ضابطوں اور شرائط کو ملحوظ رکھ کر کہ وہ کام کیا جائے، چنانچہ زکوٰۃ، صدقات وخیرات کی شکل میں مالی تعاون کی جو بھی فرض یا نفل درجے کی شکلیں ہیں ان کی بجا آوری کے لئے بھی شرعی ضابطے ہیں ان شرعی ضابطوں کی رعایت کر کے ہی یہ عمل عبادت بن سکتا ہے، اور شرعاً ان کی بجا آوری معتبر ہوسکتی ہے، مثلاً زکوٰۃ کے بارے میں عام طور پر مسلمان یہ جانتے ہیں کہ یہ ہر کارِ خیر میں نہیں لگتی بلکہ اس کے مخصوص مصارف ہیں، اور ان مصارف میں زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کا لگانا شرعاً اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ زکوٰۃ کے ان مصارف کا بیان اللہ تعالیٰ نے نبی پر بھی نہیں چھوڑا خود قرآن مجید کی سورہ توبہ میں واضح فرمادیئے ہیں، حالانکہ احکام کی تفصیلات بلکہ خود زکوٰۃ کے نصاب وغیرہ کی تفصیلات بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہیں بیان فرمائیں بلکہ نبی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے احادیث میں بیان فرمائی ہیں، اس لئے رمضان میں جو لوگ زکوٰۃ صدقات کی ادائیگی کریں گے تو ان کے ذمہ اس کے شرعی مصارف تک پہنچانا بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ خود ان کی ادائیگی اہم ہے، ورنہ بات وہی ہوگی ''نیکی برباد گناہ لازم'' اور مفاد پرست عناصر قوم کے مذہبی جذبات سے کھیلتے رہیں گے اور متاثرین کے تعاون کا نعرہ لگا کر قوم کے اس مذہبی فریضہ پر ڈاکہ ڈالتے رہیں گے، اور دین کی نشرواشاعت اور علم دین کے پھیلاؤ کا جو کام معاشرے میں حکومتی ایڈ کے بغیر حکومتی پالیسیوں سے آزادرہ کر رضا کارانہ طور پر بطورِ خاص اہلِ حق کے مستند دینی مدارس میں ہورہا ہے اور قوم کی زکوٰۃ وصدقات سے ان اداروں کے مصارف میں تعاون ہوتا ہے، اس میں کمزوری آئے گی، جو مالی نقصان کے ساتھ ساتھ خود قوم کا دینی نقصان بھی ہے۔ محمد رضوان۔ ۲۳/ ۸/ ۱۴۲۷ھ

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۲۴، آیت نمبر۳۱ تا ۳۳) مفتی محمد رضوان

حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فوقیت

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ. فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے ناموں کا، پھر وہ چیزیں فرشتوں کے سامنے بھی پیش کر دیں، پھر (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو نام ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو ۞ فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں مگر ہم کو علم نہیں سوائے اس کے جو آپ نے ہم کو علم دیا، بے شک آپ بڑے علم والے ہیں، حکمت والے ہیں ۞ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلا دو ان کو ان چیزوں کے نام، سو جب بتلا دیئے اُن کو آدم علیہ السلام نے اُن چیزوں کے نام، تو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو تم دل میں رکھتے ہو ۞

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے شبہ کا مختصر اور اجمالی جواب ان الفاظ میں ارشاد فرمایا تھا:

انی اعلم مالاتعلمون

یعنی جس چیز کا مجھے علم ہے اُس کا تمہیں علم نہیں

اب مذکورہ آیات میں فرشتوں کے اس شبہ کا تفصیلی جواب ارشاد فرماتے ہیں، جس میں حضرت آدم علیہ

السلام کی فضیلت بیان فرمائی تا کہ فرشتوں پر ان کی افضلیت ثابت ہو جائے اور ظاہر ہو جائے کہ جو شخص کائنات کے ناموں اور صفتوں سے واقف ہو وہی خلافت کا مستحق ہے۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلا جواب حاکمانہ انداز کا تھا اور یہ جواب حکیمانہ انداز کا ہے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام اور ان کے خواص اور آثار سکھلا دیے، اس لیے کہ جب تک عالَم کی تمام چیزوں کے نام اور ان کی حقیقت و اوصاف اور خواص و آثار اور استعمال کا طریقہ معلوم نہ ہو تو ان کا انتظام اور استعمال مشکل ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں کو بھی بعض چیزوں کے ناموں کا علم تھا مگر فرشتوں کا یہ علم انہی چیزوں تک محدود تھا جن چیزوں کی خدمت ان کے سپرد تھی، دوسری چیزوں سے ان کو کوئی تعلق اور سروکار نہ تھا، خلافت کے لئے علم کے تام یعنی مکمل اور علم کے عام یعنی وسیع ہونے کی ضرورت ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عام اور تام دونوں طرح کا علم عطا فرمایا، مفرد اور مرکب چیزوں کے نام اور ان کی خاصیتیں اور تاثیریں بتلائیں، صنعتوں اور حرفتوں کا علم عطا فرمایا، حفظانِ صحت اور معالجۂ امراض کے اصول و قواعد بتلائے، اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا۔ اور اسی آیت میں **وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ** کے بعد لفظِ **"كُلَّهَا"** بڑھایا گیا وہ آدم علیہ السلام کے علم کے عام ہونے کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ حضرت آدم اور فرشتوں میں امتیاز ظاہر کرنے والی چیز یہی ہے کہ فرشتوں کو ان تمام چیزوں کا علم نہیں تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو علم تھا (معارف القرآن ادریسی ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت آدم علیہ السلام کو ان چیزوں کی تعلیم الہام کے ذریعہ سے دی گئی تھی کہ ان کے دل میں ڈال دیا کہ فلاں چیز کا فلانا نام ہے اور فلانی چیز کا فلانا نام ہے اور ان چیزوں کی فلاں فلاں خاصیتیں و تاثیریں ہیں اس تعلیم میں کلمہ و کلام اور آواز و حرف درمیان میں نہ تھے۔ حرف و آواز اور کلمہ و کلام کے واسطہ کے بغیر ان کے دل میں ڈالا غرضیکہ یہ تعلیم الفاظ کے واسطہ سے نہ تھی، بلکہ دل میں ڈالنے اور القاء کرنے کے طور پر تھی جیسے سورہ انبیاء میں حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا "**وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ**" کہ ہم نے ان کو زرہ بنانے کی تعلیم دی، یہ تعلیم بھی الفاظ کے واسطہ سے نہ تھی بلکہ دل میں ڈالنے کے طور پر تھی کہ ان کے دل میں زرہ بنانے کا طریقہ ڈال دیا (معارف القرآن ادریسی ج ۱ ص ۱۲۲ بتغیر)

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

پھر جن چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے ان چیزوں کی تصویروں کو فرشتوں پر پیش کیا۔ [۱]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم مجھے ان چیزوں کے نام ٹھیک ٹھیک بتاؤ اگر تم اس بارہ میں سچے ہو، کہ تم میں خلافت کی صلاحیت ہے اور تم خلافت کی خدمت انجام دے سکتے ہو۔ اس لئے کہ جب تک کہ چیزوں کی حقیقت اور ان کی صفات وخواص اور آثار اور طریقۂ استعمال کا علم نہ ہو اس وقت تک ان میں تصرف اور انکا انتظام ناممکن ہے (معارف القرآن ادریسی ج ا ص ۱۲۲ بتغیر)

فرشتوں نے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آپ کی ذات تو پاک اور منزہ ہے ہم کو کسی چیز کا بھی علم نہیں مگر فقط اس چیز کا جس کا آپ نے ہم کو جتنا علم عطاء کر دیا، بے شک حقیقت میں آپ ہی بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں، اور آپ اس سے پاک اور منزہ ہیں کہ آپ کا کوئی کام فضول اور حکمت کے خلاف ہو، ہمارا علم ہماری صلاحیت کے مطابق ہے اور آدم علیہ السلام کا علم ان کی صلاحیت کے مطابق ہے اور استعدادوں وصلاحیتوں کا فرق اور اختلاف آپ کے علم اور حکمت پر مبنی ہے، آپ کامل مالک ومختار ہیں جس میں جو صلاحیت چاہیں وہ پیدا فرما دیں۔

فرشتوں پر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ آدم علیہ السلام خلافت کی استعداد اور صلاحیت میں ہم سے بہتر اور برتر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی کا اعتراف کیا (معارف القرآن ادریسی ج ا ص ۱۲۲ بتغیر)

”قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ.“

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا اے آدم تم فرشتوں کو ان تمام چیزوں کے نام خاصیتوں اور تاثیروں سمیت بتلادو کیونکہ اے آدم! ہم نے تم کو روئے زمین کی مٹی کی تمام قسموں سے ملا کر اور مختلف قسم کے پانیوں میں گوندھ کر بنایا ہے [۲] اور پھر ٹھیک ٹھیک بنا کر تم میں روح ڈالی ہے، اور روح فرشتوں کی جنس سے ہے، اس لئے تم میں یہ استعداد اور صلاحیت ہے کہ تم ان چیزوں کے نام اور خاصیتیں وتاثیریں بتلاسکو، اس

---

[۱] جاننا چاہیے کہ عرضھم کی ضمیر اسماء کی طرف باعتبار مسمیات کے راجع ہے ظاہر کا تقاضہ یہ تھا کہ ضمیر مونث کی لاتے اور یوں کہتے ثم عرضھا جیسا کہ ایک قراءت میں ثم عرضھن ضمیرِ مونث کے ساتھ آیا ہے لیکن بجائے ضمیرِ مونث کے ذوی العقول کی ضمیر لائے یعنی ھم کی ضمیر لائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ عرض باعتبار وجودِ خارجی اور جسامتِ ظاہری کے نہ تھا بلکہ باعتبار وجودِ روحی اور ملکوتی یا بطور وجودِ مثالی کے تھا اور اس وجود کے اعتبار سے تمام مخلوقات عاقل اور مدرک ہیں اور تذکیر وتانیث سے مبرا ہیں۔ [۲] حضرت آدم نے روئے زمین کی مٹی کی تمام قسمیں شامل تھیں، اس لئے ان کی اولاد میں مختلف رنگوں اور مزاجوں کے افراد ہیں (معارف القرآن ادریسی مع حاشیہ ج ا ص ۱۲۲، ۱۲۳)

لئے کہ ساری استعدادیں اور صلاحیتیں تم میں جمع ہیں ۔جسمانی حیثیت سے تم زمینی ہو اور روحانی حیثیت سے تم علوی ہو اس لیے تم علوی اور سفلی چیزوں کو جس قدر سمجھ سکتے ہو دوسرا ویسا نہیں سمجھ سکتا۔غرضیکہ تمہارے خمیر میں زمینی اور آسمانی دونوں قسم کی صلاحیتیں کامل طریقے پر موجود ہیں لہٰذا ان چیزوں کے نام ان چیزوں کی خاصیتوں اور تاثیروں سمیت فرشتوں کے سامنے بیان کرو تاکہ تمہارا فضل وکمال ظاہر ہو اور تمہاری فطرت میں جو عجیب وغریب صلاحیتیں ہم نے پیدا کی ہیں وہ بروئے کار آ جائیں اور فرشتوں پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ یہ صلاحیت انسان کے ساتھ خاص ہیں اور فرشتوں کو حاصل نہیں ۔

جب آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بیان کر دیے اور اس بیان کرنے میں کوئی غلطی بھی نہیں کی تو فرشتے حضرت آدم کے اس علمی کمال کو دیکھ کر حیران رہ گئے ،اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے پہلے ہی نہ کہا تھا کہ میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو خوب جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اس کو بھی خوب جانتا ہوں (معارف القرآن ادریسی بتغیر ج ۱،ص ۱۲۳)

حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر علم میں فوقیت

اس واقعہ میں قرآن مجید کے یہ الفاظ بھی قابل توجہ ہیں کہ جب اللہ تعالی نے فرشتوں کو خطاب کر فرمایا کہ ان چیزوں کے نام بتلاؤ ،تو یہ الفاظ استعمال فرمائے کہ ''**اَنۡۢبِئُوۡنِیۡ** ''یعنی بتلاؤ مجھ کو۔

اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو اسی چیز کا خطاب فرمایا تو یہ الفاظ استعمال فرمائے کہ ''**اَنۡۢبِئۡهُمۡ**''یعنی بتلاؤ فرشتوں کو۔اس طرزِ بیان کے فرق سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو معلّم کا درجہ دیا گیا اور فرشتوں کو طالب علم کا درجہ۔اس سے حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی فرشتوں کے علم پر فضیلت وفوقیت ظاہر ہوتی ہے ساتھ ہی اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتوں کے علوم میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے چونکہ جس چیز کا ان کو علم نہیں تھا حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ان کو بھی ان چیزوں کا اجمالی طور پر کسی نہ کسی درجہ میں علم دے دیا گیا (معارف القرآن عثمانی بتغیر ج ۱ص ۱۸۲)

زبان ولغت کو وضع کرنے والے حق تعالیٰ ہیں

حضرت آدم علیہ السلام کے مذکورہ واقعہ سے جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو چیزوں کے نام سکھلائے ،یہ ثابت ہو گیا کہ زبان اور لغت کو وضع کرنے والے دراصل خود حق تعالی ہیں ۔پھر مخلوق کے استعمال سے مختلف صورتیں اور مختلف زبانیں پیدا ہو گئیں (معارف القران عثمانی بتغیر ج ۱ص ۱۸۲)

Idara Ghufran

درسِ حدیث

مولانا محمد ناصر

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

دین کا علم حاصل کرنے کی فضیلت اور ضرورت

''عَنْ أَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ: مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْہِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّۃِ، وَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَہَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَاءِ، وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ، وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ، وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا، وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ'' (رواہ ابوداؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، والترمذی وابن ماجہ باختلاف یسیر)

ترجمہ: ''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بھی علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے کسی راستے پر چلادیتے ہیں اور فرشتے اس علم حاصل کرنے والے کی خوشنودی کے لئے اپنے پَر بچھاتے ہیں اور علم والے کے لئے آسمان وزمین کی ہر مخلوق حتیٰ کہ پانی میں رہنے والی مچھلیاں بھی اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کرتی ہیں۔ اور علم رکھنے والے کو عبادت کرنے والے پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اس لیے کہ انبیاء دینار اور دراہم (یعنی روپیہ، پیسہ) وراثت میں نہیں چھوڑتے بلکہ علم چھوڑتے ہیں۔ لہٰذا جس نے (دین کا) علم حاصل کرلیا اس نے بھرپور حصہ حاصل کرلیا''

حدیث کی تشریح

دین کا علم سیکھنے کی تاکید اور اس کے مختلف فضائل اور بھی بہت سی احادیث میں بیان کیے گئے ہیں جنھیں جمع

کیا جائے تو ایک بڑی کتاب تیار ہو جائے ،اس حدیثِ مبارکہ میں بھی علمِ دین حاصل کرنے اور علمِ دین رکھنے والی ہستیوں کے لئے حضور سرورِ کائنات ﷺ نے بڑے عظیم فضائل بیان فرمائے ہیں جنہیں حاصل کرنا مسلمان کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، چنانچہ جو طالبِ علم با قاعدہ دین کا علم حاصل کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں انہیں تو یہ فضیلت حاصل ہے ہی البتہ جو لوگ پورے عالمِ دین بننے کی نیت سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے وقت کسی عالمِ دین اور مفتی سے کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے جاتے ہیں یا کسی وعظ ونصیحت میں اس نیت سے شریک ہوتے ہیں کہ دین کی باتیں سیکھ کر ان پر عمل کریں گے تو کہ ایسے لوگ بھی حدیث میں بیان کردہ فضیلت کے حصہ دار ہوں گے (آسان نیکیاں صفحہ ۱۰۳ بتغیر)

اس حدیث میں طالبِ علم کے اعزاز میں فرشتوں کے پَر بچھانے کے محدثین نے کئی معانی بیان کیے ہیں ایک یہ کہ علمِ دین حاصل کرنے والے کے احترام میں فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں یا یہ کہ ایسے شخص کے پاس پہنچنے کے لئے فرشتے اُڑ کر جاتے ہیں اور ایک یہ معنیٰ بیان کیے ہیں کہ طالبِ علم کو فرشتے اپنے پَروں پر اُٹھا کر اس کے مقصد میں کامیابی دلانے میں اس کی مدد کرتے ہیں اور طالبِ علم کے ساتھ فرشتوں کی ایسی مدد اُس کے اپنے مقصد کو آسانی سے حاصل کرنے اور اس میں کامیاب ہونے کی نشانی ہے (بذل المجھود، کتاب العلم، جلد ۵ صفحہ ۳۲۳)

احادیث میں کس علم کے فضائل بتلائے گئے ہیں؟

آپ ﷺ نے اس حدیث کے آخر میں خود ہی فرما دیا کہ انبیاء دینار، دراہم یعنی دنیا کی چیزیں اور دنیا کا مال ودولت وراثت میں نہیں چھوڑتے بلکہ علم چھوڑتے ہیں اور اس علم سے مراد ’’دین کا علم‘‘ ہی ہے، اسی وجہ سے دین کا علم رکھنے والے کو عالم کہا جاتا ہے اور دنیا کے فنون کے ماہرین کو عالم نہیں کہتے بلکہ ہر فن کے ماہر کا الگ نام ہے مثلاً طبیب، سنار، لوہار، زرگر، تاجر وغیرہ جبکہ انبیاء علیہم السلام کے علوم دنیوی فنون مثلاً ڈاکٹری، انجنیئرنگ وغیرہ نہیں ہوتے۔ انبیاء کرام کے دنیا میں تشریف لانے کا اہم مقصد اپنی امتوں تک دینی علم یا دین کے احکامات پہنچانا ہوتا ہے اور اسی کے سیکھنے کی وہ اپنی امت کو تلقین اور نصیحت کرتے ہیں اور اسی کے فضائل بیان فرماتے ہیں ،اس لیے مسلمانوں کو میراثِ نبوی ﷺ (یعنی علمِ دین) کا وارث بننے کی کوشش کرنی چاہیے، میراثِ نبوی یعنی علمِ دین کو چھوڑ کر صرف دنیاوی علوم وفنون حاصل کرنا اور غیر مسلموں کے علوم کا وارث بننے اور ان کی ڈگریاں حاصل کرنے کو کامیابی ، فخر اور عزت

کا معیار قرار دینا کم از کم ایک مسلمان کی شان نہیں ہونی چاہیے (افادات از تبلیغی اور اصلاحی مضامین جلد۴ صفحہ ۲۱۸، فضائل علم وعلماء صفحہ۳۴، تحفۂ طالبِ علم وتذکرۂ اہلِ علم صفحہ ۳۵، بتغیر کثیر)

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں تشریف لے گئے وہاں جا کر اعلان فرمایا:

''لوگو! ایک بہت بڑی دولت کے حاصل کرنے سے کیوں پیچھے ہٹ رہے ہو، لوگوں نے پوچھا وہ کون سی دولت ہے؟ فرمایا کہ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں اپنے کاروبار میں مشغول ہو۔ یہ سُن کر لوگ جلدی سے مسجد میں گئے، واپس آ کر کہنے لگے کہ وہاں تو کچھ بھی تقسیم ہوتا ہوا نظر نہیں آیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مسجد میں کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ تلاوت میں اور کچھ نماز میں مشغول تھے اور کچھ لوگ حلال وحرام کا تذکرہ کررہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افسوس! تم اتنی صاف بات بھی نہ سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ کی میراث یہ نماز، تلاوت اور علمی مذاکرہ ہی تو ہے'' (الترغیب والترہیب جلد۱ صفحہ ۵۸ بحوالہ طبرانی فی الاوسط وفضائلِ علم وعلماء صفحہ ۳۵)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میراثِ نبوی ﷺ سے دین کا علم ہی مراد لیتے تھے۔

اس کے علاوہ تمام محدِثین کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ نے علم حاصل کرنے کا جو حکم اور جو فضائل بیان فرمائے ہیں اس سے دین کا علم ہی مراد ہے، چنانچہ محدثین علم کے فضائل پر مشتمل اس طرح کی احادیث نقل کر کے دینی علم کی اہمیت، ضرورت اور فضیلتوں کے حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں۔

جب خود حضور ﷺ نے اور حضور ﷺ کے شاگرد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور حضور ﷺ کی احادیث ہم تک پہنچانے والے محدثین نے احادیث میں ذکر کردہ علم سے دین کا علم ہی مراد لیا ہے تو پھر دنیا کے کسی فن اور کسی ہنر کو سیکھ کر یہ اطمینان کر لینا کہ ہم نے علم سیکھنے کا اسلام کا حکم پورا کر لیا اور علم سیکھنے کے فضائل حاصل کر لیے، صرف اور صرف اپنے آپ کو دھوکہ دینے اور آخرت میں اپنے آپ کو سزا میں مبتلا کرانے والی سوچ ہے۔ لہٰذا جس طرح ہمارے زمانے میں دنیا کے فنون اور ہنر سیکھنے کے لئے اپنی پوری زندگی گویا وقف کی جارہی ہے، اس سے زیادہ نہ سہی تو کم از کم اس کے برابر تو اپنا وقت اور زندگی دین کا علم سیکھنے کے لئے لگانی چاہیے۔

حضور ﷺ کو دین کا علم حاصل کرنے والے کے ساتھ کس قدر محبت ہے، اس کا اندازہ حدیث میں بیان کردہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے کہ:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں علم کی تلاش کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا!
''طالبِ علم کے لئے خوش آمدید، فرشتے طالبِ علم کو اپنے پَروں کے سائے میں لے کر ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں پھر (اس کے قریب ہونے کے لئے) ایک پر ایک جمع ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ علم کی محبت میں آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں'' (الترغیب والترھیب جلد ا صفحہ ۵۲ بحوالہ احمد والطبرانی، وروی ابن ماجہ نحوہ والعلم والعلماء صفحہ ۴۸)

سبحان اللہ! علمِ دین حاصل کرنے والوں کا کتنا بڑا درجہ ہے کہ اُنہیں ہر وقت فرشتوں کا ساتھ حاصل رہتا ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)
یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

جب دین کے علم کا طلب کرنا فرض ٹھہرا تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بنیادی طور پر دین کے علم کی دو قسمیں ہیں، ایک فرضِ عین یعنی علمِ دین کا وہ حصہ جس کا ہر مسلمان مرد و عورت پر سیکھنا فرض اور ضروری ہے، اور دوسرا فرضِ کفایہ جس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض اور ضروری نہیں۔

فرضِ عین علم

اسلام کے پانچ حصے ہیں، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق۔
اسلام کے یہ پانچوں حصے اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہوں یعنی عقائد و نظریات بھی قرآن و سنت کے مطابق ہوں۔ عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق وغیرہ بھی۔ معاملات مثلاً گواہی، وکالت، تجارت، زراعت وغیرہ بھی۔ معاشرت مثلاً کھانا پینا، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ بھی اور اخلاقِ باطنہ مثلاً صبر، شکر، اخلاص وغیرہ بھی، جب اسلام کے ان پانچوں حصوں پر اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل ہوگا تو بندہ کا دین اور ایمان مکمل ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ علمِ دین کا وہ حصہ جس کے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کرسکتا ہے اور نہ حرام چیزوں سے بچ سکتا ہے، اتنا علم سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے یا یوں سمجھئے کہ جس کام کا کرنا بندہ پر فرض ہے، اس کام کے کرنے کا طریقہ سیکھنا بھی پر فرض ہے اور جس کام کا کرنا واجب ہے اس کا طریقہ سیکھنا بھی واجب ہے اسی طرح جس کام کا کرنا سنت ہے اس کا طریقہ سیکھنا بھی سنت ہے اور اس کے برعکس جو کام حرام ہیں ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

غرضیکہ ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنے عقائد درست کرے، ہر بالغ مرد وعورت کو پاکی ناپاکی سے واسطہ پڑتا ہے اور کم وبیش ہر بالغہ عورت کو حیض ونفاس وغیرہ سے بھی سابقہ پڑتا ہے لہٰذا ان کے احکامات سیکھے، بالغ ہونے پر ہر مسلمان مرد وعورت پر نماز فرض ہوجاتی ہے اس لیے نماز کے فرائض، واجبات اور جن کاموں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا کن کن صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے وغیرہ، ان کا علم سیکھے اور اتنا قرآن مجید صحیح طرح سے پڑھ سکنا سیکھے جس سے نماز صحیح ہوجائے، اسی طرح بالغ ہونے پر ہر مسلمان پر روزہ فرض ہوجاتا ہے اس لیے روزہ سے متعلق اسلام کے احکام اور مسائل سیکھے اور یہ کہ روزہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں، اسی طرح جب نصاب کے برابر مال ہوجائے تو زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے لہٰذا زکوٰۃ کے متعلق اسلام کے احکام اور مسائل معلوم کرے کہ زکوٰۃ کب، کتنی اور کسے دینے کا اسلام نے حکم دیا ہے اور اس کے متعلق اسلام کے مزید کیا احکامات ہیں، یا جس کو حج کے لئے جانے پر قدرت ہے، اس پر حج فرض ہے اب اس کے متعلق اسلام کے احکام اور مسائل سیکھنا بھی فرض ہوگئے، جب نکاح کرے تو نکاح کے احکام ومسائل اور یہ کہ کن کن عورتوں سے نکاح حرام ہے اور کن چیزوں سے طلاق ہوجاتی ہے اور کن سے نہیں اور کن مجبوریوں میں طلاق دینے کی اسلام نے اجازت دی ہے اور کن حالات میں طلاق دینا گناہ ہے اُس کے متعلق اسلام کے احکامات کا علم حاصل کرے، جو خرید وفروخت اور تجارت پیشہ ہے یا مزدوری کرتا ہے یا ملازم ہے، اس پر فرضِ عین ہے کہ ان سے متعلق شریعت کے احکامات اور مسائل سیکھے کہ کون کون سی نوکریاں جائز اور کون سی ناجائز ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا زندگی کے جس بھی شعبے سے کسی مسلمان کا تعلق ہو، اس پر فرضِ عین ہے کہ وہ اس شعبہ سے متعلق اسلام کے احکامات سیکھے۔

یہ تفصیل فرضِ عین علم کے اس حصہ کی ہے جس کا تعلق بندہ کے ظاہری اعمال سے ہے، یعنی جو اعمال نظر آتے ہیں۔

فرضِ عین علم میں دل کے اعمال: اس کے علاوہ فرضِ عین علم کا ایک حصہ وہ ہے جس کا بندہ کے دل کے اعمال سے تعلق ہے، چنانچہ قرآن وحدیث میں ہر مسلمان مرد وعورت کو اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرنے اور بُرے اخلاق سے اپنے آپ کو بچانے کو فرض قرار دیا گیا ہے اور دینِ اسلام میں اخلاق سے مراد صرف یہی نہیں کہ کسی سے اچھے طریقے سے سلام، کلام اور ملاقات کرلی بلکہ اخلاق سے مراد دل کے اعمال ہیں، چنانچہ صبر، شکر، توکل، قناعت، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور تقدیر پر راضی رہنا، ان جیسے اچھے اخلاق پیدا کرنا فرض ہے اور بُرے اخلاق مثلاً غرور، تکبر، غصہ، لالچ، حسد، بغض، بخل، حرص، مال کی محبت، خود پسندی،

خودرائی، دنیا کی محبت ان بُرے اخلاق سے اپنے آپ کو بچانا اور اپنے دل کو ان بُرے اخلاق سے پاک کرنا بھی فرض ہے، لہٰذا ان اخلاق کی حقیقت اور اچھے اخلاق کے حاصل کرنے اور بُرے اخلاق سے بچنے کے طریقے معلوم کرنا بھی مسلمان مردوں اور عورتوں پر فرض ہے۔

اور اگر کوئی مسلمان، عاقل، بالغ یہ فرضِ عین علم نہیں سیکھتا تو فرضِ عین کام چھوڑنے کی وجہ سے بہت گناہ گار ہوگا اس لیے کہ یہ احکامات اسلام کے قوانین ہیں، اگر قانون کا علم ہوگا تو قانون پر عمل ہوگا اور اگر علم نہ ہوا تو خطرہ ہے کہ قانون کی خلاف ورزی ہوجائے اور پتہ بھی نہ چلے، پھر مرنے کے بعد حسرت اور افسوس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

فرضِ عین علمِ دین حاصل کرنے کا مذکورہ اسلامی حکم مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے برابر ہے، پھر مردوں کے لئے علمِ دین حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں بلکہ کئی طریقے ہیں مثلاً، مستند مفتی حضرات سے مسائل پوچھ کر یا دینی مستند کتابیں پڑھ کر خواہ عربی میں ہوں یا اردو میں یا مسئلوں کی کتابیں خرید کر پڑھی جاسکتی ہیں اور چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ اس کام کے لئے نکالنا کچھ بھی مشکل نہیں۔

اور خواتین پر بھی دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پڑھنا جانتی ہوں تو مستند دینی کتابیں پڑھ کر علم حاصل کرسکتی ہیں اور اگر پڑھنا نہیں جانتیں تو اپنے مردوں سے کہیں کہ ہمیں کتابوں سے اسلام کے احکامات سناؤ اس کے علاوہ اپنے مردوں کے ذریعہ سے بھی مستند مفتی حضرات سے دینی احکامات معلوم کرسکتی ہیں اور یہ مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹی، ماں، بہن اور بیوی وغیرہ کو دینی علم سکھائیں۔

فرضِ کفایہ علم

فرضِ کفایہ یعنی پورے دین کا علم حاصل کرنا جو ہر ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض نہیں بلکہ مسلمانوں کے ہر علاقہ میں ایک ایسی علماء کی جماعت ہو جو قرآن و سنت اور فقہ اور دوسرے اسلامی علوم کو اچھی طرح جانتے ہوں، اس کے علاوہ جب کوئی مسئلہ اُن سے پوچھا جائے تو وہ بلا تکلف اس کا جواب دے سکیں اور مخالفینِ اسلام کو بھی جواب دے سکیں، تو علمِ دین کا یہ حصہ اگر مسلمانوں کے ہر علاقہ میں ایک طبقہ حاصل کرلے تو دوسرے مسلمانوں کو یہ علم نہ سیکھنے کا گناہ نہیں ہوتا لیکن اگر مسلمانوں کے پاس علماء کی ایک ایسی جماعت موجود نہ ہو تو اس علاقے والے تمام مسلمان علمِ دین کے اس حصے کو نہ سیکھنے کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے

(ماخوذ از فضائلِ علم و علماء صفحہ ۲۰ تا ۲۲ و ۴۱، ۴۲، و ماہنامہ التبلیغ جلد ۲ شمارہ ۱۱ صفحہ ۵۸، بتغیر کثیر)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ رمضان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ رمضان ۲۰۱ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن عاصم بن صہیب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۰۸ھ میں ہوئی، بغداد میں رہتے تھے، محمد بن سوقہ، داؤد بن ابی ہند، اسماعیل بن ابی خالد، ابن جریج الطّویل رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت آپ کے شاگردوں میں شامل ہے، ۹۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۰ص ۱۰۴)

□......**ماہِ رمضان ۲۰۲ھ**: میں حضرت ضمرۃ بن الربیعۃ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام اوزاعی رحمہ اللہ آپ کے استاذ ہیں، کثرت سے روایت کرنے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، فلسطین میں آپ کی وفات ہوئی (شذرات الذھب ج ۱ص ۳، الطبقات الکبریٰ ج ۷ص ۴۷۱، العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۳۳۷)

□......**ماہِ رمضان ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اپنے والد سے حدیث کی سماعت کی، بہت چھوٹی عمر میں مسجدِ نبوی میں مفتی کے منصب پر فائز ہوگئے تھے "طوس" کے گاؤں "سناباذ" میں وفات ہوئی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۰ص ۱۲۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۰۴ھ**: میں حضرت ابوبدر شجاع بن ولید بن قیس السکونی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، امام اعمش، ھشام بن عروۃ اور خصیف رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کثرت سے نوافل پڑھتے تھے، ۹۰ سال سے زائد عمر پائی، مامون کے دورِ حکومت میں بغداد میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ ج ۷ص ۳۳۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۰۶ھ**: میں حضرت عبداللہ بن نافع المدنی الصائغ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ایک بڑے فقیہہ تھے، امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں، زید بن اسلم رحمہ اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۳۴۹، شذرات الذھب ج ۱ص ۱۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ص ۳۷۳، تقویم تاریخی ص ۵۲)

□......**ماہِ رمضان ۲۰۶ھ**: میں حضرت مؤمل بن اسماعیل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا شمار بصرہ کے مستند ترین علماء میں ہوتا تھا، حدیث کی روایت امام شعبہ اور امام ثوری رحمہما اللہ سے کرتے ہیں، امام احمد، اسحاق، بندار اور محمود بن غیلان رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۳۵۰، شذرات الذھب ج ۱ص ۱۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ص ۱۱۱)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۰۸ھ:** میں حضرت قریش بن انس البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام حمید اور ابنِ عون رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام نسائی رحمہ اللہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۳۵۵)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۰۸ھ:** میں حضرت ابواسماعیل محمد بن اسماعیل بن یوسف السلمی الترمذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، محمد بن عبداللہ الانصاری، ابونعیم اور قبیصۃ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ بغداد میں رہتے تھے، ابوبکر بن ابی الدنیا، ابنِ صاعد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۰ ص ۱۹۴)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۰۸ھ:** میں سیدہ نفیسہ بنت امیر المومنین حسن بن زید بن السید کی وفات ہوئی، منصور نے ان کے والد کو مدینہ کا گورنر بنایا تھا، اور کچھ عرصہ بعد معزول کر کے طویل مدت تک قید میں رکھا، اس کے بعد مہدی نے ان کو باعزت طریقے سے رہا کیا اور ان کے اموال ان کو واپس کئے اور ان کے ساتھ حج کیا، پھر نفیسہ اپنے شوہر اسحاق بن جعفر کے ساتھ مدینہ سے مصر تشریف لے گئیں، اور مصر میں ہی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۰۶، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ثم دخلت سنۃ ثمان و مائتین، تقویمِ تاریخی ص ۵۲)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۱۰ھ:** میں حضرت ابوالعباس عبدالوھاب بن موسیٰ بن عبدالعزیز الزہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام مالک اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۰ ص ۲۲۰)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۱۱ھ:** میں حضرت ابواسحاق احمد بن اسحاق الحضرمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بصرہ میں فوت ہوئے (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۰۴)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۱۳ھ:** میں حضرت قاضی بشر بن ابوالازھر النیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا شمار کوفہ کے عظیم فقہاء میں ہوتا تھا، امام عبداللہ بن مبارک اور ابومعاویہ رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۰ ص ۲۵۴)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۱۴ھ:** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر کے مفتی تھے، ۱۵۵ھ میں ولادت ہوئی، لیث بن سعد، امام مالک، مفضل بن فضالہ اور مسلم بن خالد الزنجی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، محمد، سعد، عبدالرحمٰن، عبدالحکم اور ابومحمد الدارمی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، ۶۰ سال کی عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۲۳)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۱۶ھ:** میں حضرت ابوحبیب حبان بن ھلال البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ

امام شعبہ رحمہ اللہ اوران کے طبقے سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۳۶۹، شذرات الذھب ج ا ص ۳۶، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۲۹۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۳۹، طبقات الحفاظ ج ا ص ۱۶۵)

☐......**ماہِ رمضان ۲۱۸ھ**: میں حضرت ابوالھیثم معلیٰ بن اسد البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مشہور محدث بہز بن اسد رحمہ اللہ کے بھائی تھے، عبدالعزیز بن مختار، عبداللہ بن المثنیٰ، وھیب بن خالد، یزید بن زریع اور حماد بن زید رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، بصرہ میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۲۷، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۰۶)

☐......**ماہِ رمضان ۲۱۸ھ**: میں حضرت ابومحمد علی بن معبد بن شداد الرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے، مصر کے بڑے ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے، اسماعیل بن جعفر، لیث بن سعد، عبیداللہ بن عمرو الرقی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، یحییٰ بن معین، ابوعبید، اسحاق الکوسج اور خشیش بن اصرم رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، مصر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۳۲)

☐......**ماہِ رمضان ۲۱۹ھ**: میں حضرت ابوالحسن جعفر بن عیسیٰ بن عبداللہ بن الحسن بن ابی الحسن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوالحسن کے نام سے مشہور تھے، مامون اور معتصم کے دورِ حکومت میں مشرقی بغداد کے قاضی تھے، حماد اور جعفر بن سلیمان رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، معتصم کے دورِ حکومت میں وفات ہوئی، اور ابوعلی بن ھارون الرشید نے نمازِ جنازہ پڑھائی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۴۵)

☐......**ماہِ رمضان ۲۲۱ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن ربیع البجلی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عبیداللہ بن زیاد بن لقیط، حماد بن زید، عبدالجبار بن الورد، ابوالاحوص اور شریک رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۰۰، طبقات الحفاظ ج ا ص ۲۰۴)

☐......**ماہِ رمضان ۲۲۳ھ**: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن حمید بن الاسود البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام مالک، جعفر بن سلیمان، ابوعوانہ اور عبدالواحد بن زیاد رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ ھمدان کے قاضی بھی رہے ہیں، امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۶۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۴۹)

☐......**ماہِ رمضان ۲۲۴ھ**: میں ابواسحاق ابراھیم بن مہدی کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۶۲ھ

میں ہوئی، رنگ کالا اور بھاری جسم کے مالک تھے، عباسی خلفاء کی اولاد میں ان سے زیادہ فصیح اور اچھا شعر کہنے والا کوئی نہ تھا، مامون کے دورِ حکومت میں ان کے لئے خلافت کی بیعت ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۳۰ سال دو مہینے پانچ دن تھی، معتصم نے نمازِ جنازہ پڑھائی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۹۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۶۱)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۲۶ھ**: میں حضرت ابوعثمان سعید بن کثیر المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ۱۴۶ھ میں ولادت ہوئی، امام مالک، لیث بن سعد، یحیٰ بن ایوب، سلیمان بن بلال اور عبداللہ بن لہیعہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابنِ معین، عبداللہ بن حماد الاملی، یحیٰ بن عثمان اور احمد بن حماد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۸۶)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۲۷ھ**: میں حضرت ابوعثمان سعید بن منصور الخراسانی المروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کو علم السِیَر میں بڑا مقام حاصل تھا، فلیح بن سلیمان اور شریک رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۳۹۹، شذرات الذهب ج ۱ ص ۶۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۸۷، تقویمِ تاریخی ص ۵۷)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۲۸ھ**: میں حضرت ابوعثمان بشار بن موسیٰ العجلی الخفاف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، ابوعوانہ اور شریک بن عبداللہ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، جمعہ کے دن عصر کے بعد تدفین ہوئے (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۱۳۰، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۵۲)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۲۸ھ**: میں حضرت ابواحمد حاجب بن ولید بن میمون الاعور رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، جعفر بن میسرۃ اور بقیہ رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، ابوبکر بن ابی الدنیا اور بغوی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۱۳۰، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۵۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۶۲)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۲۸ھ**: میں حضرت عبیداللہ بن محمد بن حفص بن عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ بن ابوعبدالرحمٰن التیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ عائشہ کے نام سے مشہور تھے، حماد بن سلمہ اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن حنبل، البرجلانی، الحربی اور امام بغوی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ بہت فصیح، ادیب، سخی اور اچھے اخلاق کے مالک تھے (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۱۳۹، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۰۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۶۷)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۲۸ھ**: میں حضرت ابوعمران محمد بن جعفر بن زیاد بن ابوہاشم الورکانی رحمہ اللہ کا

انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، اصلاً آپ کا تعلق خراسان سے تھا، ابراہیم بن سعد الزہری، ایوب بن جابر، الحنفی بن انس اور فضیل بن عیاض رحمہم اللہ سے آپ نے طلبِ علم کیا، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے آپ سے طلبِ علم کیا (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۱۴۱، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۴۷)

□......ماہِ رمضان ۲۲۸ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن میمون الحمانی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابراہیم بن سعد، شریک، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ اور ابی بن عیاش رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، ابنِ ابی الدنیا اور امام بغوی رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۱۴۳)

□......ماہِ رمضان ۲۲۸ھ: میں حضرت مسدد بن مسرھد بن مسربل بن شریک الاسدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی کنیت ابوالحسن تھی، بصرہ میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۰۷)

□......ماہِ رمضان ۲۲۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ عبدالمنعم بن ادریس بن سنان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ وھب بن منبہ کی کتابوں سے حضور ﷺ سے پہلے انبیاء اور عابدین کے حالات اور اسرائیلی روایات نقل کرتے تھے، سو سال کے قریب عمر پائی، بغداد میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۶۱)

□......ماہِ رمضان ۲۲۹ھ: میں حضرت ابومحمد عبید بن یعیش الکوفی المحاملی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوبکر بن عیاش، عبدالرحمٰن المحاربی، محمد بن فضیل، وکیع اور ابنِ نمیر رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام مسلم، نسائی، ابوزرعہ، بخاری، محمد بن ایوب البجلی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک رات کو کبھی ہاتھ سے لقمہ نہیں کھایا، میں لکھتا رہتا اور میری بہن میرے منہ میں لقمہ ڈالتی رہتی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۵۹)

□......ماہِ رمضان ۲۳۱ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عرعرۃ الشامی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، جعفر بن سلیمان الضبعی اور عبدالوہاب الثقفی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، بغداد میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۴۰۸، شذرات الذھب ج ۱ ص ۷۵، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۰۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۸۱، المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۱۷۰)

□......ماہِ رمضان ۲۳۱ھ: میں حضرت ابومحمد خلف بن سالم المخرمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابوبکر بن عیاش، ھشیم، ابن المہدی، ابنِ علیۃ اور ابویزید بن ھارون رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، یعقوب بن شیبہ اور احمد بن خیثمہ رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ ص ۱۷۱، الطبقات الکبریٰ

ج ۷ص ۳۵۴،سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۱۵۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۱ھ**: میں حضرت ابوالربیع سلیمان بن داؤد بن رشید الاحول الختلی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، مسلم بن الحجاج، ابوزرعہ الرازی اور ابویعلیٰ الموصلی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۱۷۱)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۱ھ**: میں حضرت ابوعلی ھارون بن معروف المروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، عبدالعزیز الدراوردی، ابنِ عیینہ اور ھشیم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام احمد اور بغوی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۱۷۴، الطبقات الکبریٰ ج ۷ص ۳۵۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۱۳۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۲ھ**: میں حضرت اسماعیل بن عیسیٰ العطار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اسماعیل بن زکریا الخلقانی اور مسیّب بن شریک رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت حذیفہ اور اسحاق بن بشر رحمہما اللہ سے ''کتاب المبتداء والفتوح'' روایت کرتے ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۱۸۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۲ھ**: میں حضرت مغیرہ بن عبداللہ بن مغیرہ بن عبداللہ الفزاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر کے امیر تھے، اور اچھے اخلاق کے مالک تھے (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۱۸۴)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۲ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن عون الخراز الزاہد البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار ابدال میں ہوتا ہے، امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۴۱۲، شذرات الذھب ج ۱ص ۷۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۴ھ**: میں حضرت ابوالربیع سلیمان بن داؤد الزہرانی العتکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، امام مالک بن انس اور حماد بن زید رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن حنبل، ابن المدینی اور بغوی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بصرہ میں وفات ہوئی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۲۱۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ص ۶۷۷)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۴ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن نمیر الھمدانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی رحمہما اللہ کے ہم عصر تھے، اپنے والد عبداللہ بن نمیر، مطلب بن زیاد، عمر بن عبید الطنافسی رحمہم اللہ کی شاگردی اختیار کی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، ابنِ ماجہ رحمہم اللہ نے آپ کی شاگردی اختیار کی، بعض حضرات کے نزدیک شعبان میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۴۵۷)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۳۵ھ**: میں حضرت ابو محمد اسحاق بن ابراہیم بن میمون التمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ۱۰۵ھ میں ولادت ہوئی، سفیان بن عیینہ، ھشیم اور ابو معاویہ رحمہم اللہ سے حدیث کا علم حاصل کیا، علمِ ادب امام اصمعی اور ابو عبیدۃ رحمہما اللہ سے حاصل کیا (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۲۲۷)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۳۸ھ**: میں حضرت عبدالملک بن حبیب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اندلس کے مفتی تھے، ۶۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۴۲۸، شذرات الذھب ج ۱ص ۹۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ص ۱۰۷)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۳۹ھ**: میں حضرت ابو احمد محمود بن غیلان العدوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، سفیان بن عیینہ، فضل بن موسیٰ، ولید بن مسلم، وکیع اور یحییٰ بن سلیم الطائفی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ص ۲۲۴، طبقات الحفاظ ج ۱ص ۲۱۰)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۴۲ھ**: میں حضرت ابو مصعب احمد بن ابی بکر الزہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مدینہ کے قاضی اور مفتی تھے، امام مالک رحمہ اللہ سے آپ نے ان کی کتاب ''الموٴطا'' سنی، اور ایک طویل مدت تک ان کی صحبت میں رہے (العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۴۳۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۴۳۸، طبقات الحفاظ ج ۱ص ۲۱۲)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۴۴ھ**: میں حضرت ابراہیم بن عبداللہ الھروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ میں اسماعیل بن جعفر رحمہ اللہ سرِ فہرست ہیں، آپ بہت عبادت گذار، متقی اور کثرت سے روزہ رکھتے تھے، بغداد میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۴۴۲، شذرات الذھب ج ۱ص ۱۰۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۴۷۹)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۴۴ھ**: میں حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن عبداللہ بن حاتم الھروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، عبدالرحمٰن بن ابی الزناد، عبدالعزیز الدراوردی، اسماعیل بن علیہ اور ھشیم رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کی، ابنِ ابی الدنیا، معمری اور جعفر الفریابی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی، عراق کے شہر ''سامراء'' میں وفات ہوئی (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۲۳۴، طبقات الحفاظ ج ۱ص ۲۱۳)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۴۵ھ**: میں حضرت ابو سعید عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون القرشی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۶۰ھ میں ہوئی، ولید بن مسلم، ابوزرعہ اور ابوحاتم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ سے صحیح بخاری میں روایت کی ہے، آپ رملہ کے قاضی بھی رہے ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۱ص ۳۳۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۵۱۷)

☐...... **ماہِ رمضان ۲۴۶ھ**: میں حضرت ابو الفضل عباس بن عبدالعظیم العنبری البصری رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی، یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ اوران کے طبقے سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج اص ۴۴۷، شذرات الذھب ج اص ۱۱۲)

□......**ماہِ رمضان ۲۴۷ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن مسلمہ بن شبیب النیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ میں یزید بن ھارون رحمہ اللہ شامل ہیں، آپ سے بڑے بڑے علماء مثلاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں، مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج اص ۴۴۹، شذرات الذھب ج اص ۱۱۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۴۷ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن مسلمہ بن شبیب الحجری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، یزید بن ھارون، زید بن الحباب، ابوداؤد الطیالسی اورحجاج بن محمد رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، مسلم، ابوزرعہ، ابوحاتم، عبداللہ بن احمد اورعلی بن احمد رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ص ۲۵۷)

□......**ماہِ رمضان ۲۴۸ھ**: میں حضرت حسین بن علی بن یزید بن سلیم الصدائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حسین جعفری اورالخریبی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، ابنِ ابی الدنیا، ابنِ صاعد اورمحاملی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۲ص ۱۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۴۸ھ**: میں حضرت ابوعبدالملک قاسم بن عثمان العبدی الدمشقی الجوعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابوسلیمان الدارانی رحمہ اللہ کی صحبت میں طویل عرصہ تک رہے، سفیان بن عیینہ، ولید بن مسلم اورجعفر بن عون رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابوحاتم، جعفر بن احمد بن عاصم اوراحمد بن انس رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ص ۷۹)

□......**ماہِ رمضان ۲۴۸ھ**: میں حضرت ابوالولید احمد بن عبدالرحمٰن البسری القرشی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، عراک بن خالد، ولید بن مسلم، مروان بن معاویہ اورعبدالرزاق رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، ابویعلیٰ اورحاجب بن ارکین رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ص ۱۱۴)

□......**ماہِ رمضان ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابوسعید محمد بن حاتم رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ان کو ابوبکر بھی کہا جاتا تھا، امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ان سے روایت کی ہے (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج ۱۲ص ۳۲)

مقالات و مضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط ۶)

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ سے تعلق

مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ سے باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کرنے سے پہلے حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصؔر صاحب دامت برکاتہم کا حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ سے دیرینہ اور گہرا تعلق قائم رہا۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے اجلِ خلفاء میں سے تھے اور ذکر و شغل میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصؔر صاحب دامت برکاتہم کا پشاور حضرت والا کی خدمت میں کثرت سے حاضری اور خود حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ کا آپ کے یہاں کراچی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہا، سفر و حضر میں حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصؔر صاحب دامت برکاتہم کو حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ کی غیر معمولی رفاقت رہی، اور حضرت والا نے اپنے پشاوری شیخ کی دل وجان سے خدمت میں حصہ لیا، حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ کی مسلسل مصاحبت ومجالست اور اصلاحی تعلق کی برکات سے حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصؔر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے شیخ کے بیشتر معمولات اور انداز کو اپنا کر اپنی زندگی کا حصہ بنالیا، چنانچہ ذکر وفکر اور فنائیت اور دعا کے غیر معمولی ذوق وشوق جیسی چیزوں میں اپنے شیخ کے نقشِ قدم پر چلنے کو اپنایا، جو بحمد اللہ تعالیٰ تاحال جاری ہے۔ اللّٰھم زد فزد

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصؔر صاحب دامت برکاتہم اپنے سابق شیخ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ کے حالات وسوانح کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

> ’’اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے حالاتِ زندگی رقم کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُن کا مطالعہ ہمارے لئے سبق آموز، باعثِ تذکیر اور محرکِ عمل ہو، محض قصہ کہانی کے طور پر نہ

پڑھا جائے، بلکہ نصیحت پکڑیں اور فیض حاصل کریں، تاکہ ہم اپنی زندگی میں صلاح، فکر و عمل کا انقلاب پیدا کریں اور شیخ المشائخ حضرت حکیم الامت مجدد ملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق و مسلک کی ترویج و اشاعت میں حریص بن جائیں'' (فیض حسن و اشرف صفحہ ۸)

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ سے خلافت

جب حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ نے حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصؔر صاحب دامت برکاتہم کی صلاحیتوں کو اپنے نورِ بصیرت سے بھانپ لیا اور آپ کی حالت پر اطمینان ہوگیا تو مؤرخہ ۲۹/جون سَن ۱۹۷۸ء/ رجب ۱۳۹۸ھ کو اپنی طرف سے خلافت و اجازتِ بیعت سے درجِ ذیل کلمات کے ساتھ مشرَّف فرمایا۔

از لنڈی ارباب (پشاور) (مورخہ) ۷۸/۶/۲۹ء

جناب نواب قیصر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خط سے نور اور حالات سے عجز و انکساری معلوم ہوتی ہے، میرے قلب پر بیساختہ وارد ہوتا ہے کہ آپ کو بیعت اور تلقین کی اجازت دے دوں۔ تو کلاً علی اللہ دیتا ہوں۔ اگر کوئی بیعت کی درخواست کرے تو انکار نہ کرنا انشاء اللہ جانبین میں برکت اور نفع ہوگا۔ اپنے دوستوں کو تلقین کیا کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے لوگوں کو دین کا بہت زیادہ نفع پہنچائے۔ آمین۔ ثم آمین، فقط سلام۔ دعاگو و دعاجو مولوی فقیر محمد سرحدی ۲۹/جون ۷۸ء

چند معمولات و خصوصیات

کراچی و اسلام آباد میں قیام

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم طویل عرصہ سے سال کے مختلف اوقات میں چند ماہ کراچی میں اور چند ماہ اسلام آباد میں قیام فرماتے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت سے جاری ہے، جب آپ کو آپ کے شیخ حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ نے اسلام آباد میں مخصوص وجوہات کی بناء پر قیام کرنے کی طرف متوجہ فرمایا تھا، ورنہ اس سے قبل آپ کا مستقل قیام کراچی شہر میں ہوتا تھا۔

Iqra Ghufran

اصلاحی مجالس کا قیام

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم حسبِ موقع کراچی و اسلام آباد میں ہفتہ کے مخصوص دنوں میں اصلاحی مجالس کا قیام فرماتے ہیں، شروع میں اسلام آباد میں اصلاحی مجلس کا قیام بروز جمعہ آپ کے دولت خانہ پر ہوا کرتا تھا، بعد میں قریبی مسجد میں یہ سلسلہ منتقل کر دیا گیا، جو بحمد اللہ تعالیٰ تا حال جاری ہے۔

آپ کا عموماً معمول یہ ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات سنا کر ان کی تشریح وتوضیح فرماتے ہیں، اور اکثر و بیشتر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات وارشادات ہی سے اصلاحی مجالس کو مزیّن فرماتے ہیں، آپ کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کی تعلیمات وہدایات سے والہانہ محبت ہے۔

اگر کسی خاص جگہ حضرت والا کو وعظ کے لیے مدعو فرمایا جاتا ہے یا کسی دوسری غرض سے مدعو کیا جاتا ہے یا حضرت والا سے کوئی ملاقات وزیارت کے لئے جاتا ہے، ان سب مواقع پر بھی اکثر و بیشتر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کسی ملفوظ یا ارشاد کو زبانی بیان فرما کر اس کی روشنی میں نصائح وہدایات کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور بعض اوقات حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا تذکرہ فرمانے کے دوران یہ شعر بھی خاص انداز میں پڑھ کر سناتے ہیں:

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں ہم ہر رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

حضرت والا کو اردو اور فارسی عبرت ونصیحت آمیز اشعار سے بھی خاصی مناسبت ہے اور آپ کو باوجود بڑھاپے اور ضعف کے بہت سے اشعار بحمد اللہ تعالیٰ زبانی یاد ہیں۔

جب حضرت والا اپنے مخصوص انداز اور بے تکلف لہجہ میں کسی تصنع وبناوٹ کے بغیر عبرت ونصیحت آمیز اشعار سناتے ہیں تو سامعین کے دلوں پر اثر کرتے چلے جاتے ہیں اور بعض اوقات سامعین پر غیر اختیاری رقت طاری ہو جاتی ہے۔ وعظ وبیان کے دوران اللہ تعالیٰ کی محبت وخشیت کے مضامین بیان فرماتے وقت حضرت والا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، جس کا مخاطب پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے۔ ؎

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں آستینوں میں

(جاری ہے............)

اصلاحی مجلس مفتی محمد رضوان

بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (چوتھی وآخری قسط)

مدیر ادارہ مفتی محمد رضوان صاحب بزرگوں کی ہدایت کے مطابق بروز اتوار بعد عصر ادارہ غفران میں اصلاحی بیان فرماتے ہیں، مؤرخہ ۱۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۱/جون ۲۰۰۶ء کی مجلس کا خطاب مولانا محمد ناصر صاحب نے ریکارڈ کر کے اس کو کمپیوٹر سے تحریر کیا، اب مدیر کی نظرِ ثانی واصلاح کے بعد افادۂ عام کی خاطر اسے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ مسلمانوں میں کام کرنے کا سلیقہ اور انتظام نہیں ہے، ہر طرف بدنظمی ہے، کوئی شعبہ بدنظمی سے خالی نہیں اور کافروں میں نظم اور سلیقہ ہے، وہ جو کام بھی کرتے ہیں سلیقہ اور انتظام سے کرتے ہیں حالانکہ ان کے مذہب میں سلیقہ اور انتظام سے متعلق ہدایات موجود نہیں ہیں، اور مسلمانوں کے مذہب میں ہر کام کو سلیقہ اور انتظام کے ساتھ کرنے کے متعلق تعلیمات موجود ہیں، مگر اسلام کی یہ تعلیمات اپنے گھر میں اجنبی ہیں اور اجنبیوں نے یعنی کافروں نے اسلام کی ان تعلیمات کو اپنا لیا ہے، ان پر وہ عمل کررہے ہیں اور اس کے فائدے اٹھا رہے ہیں، انہوں نے ہر شعبہ میں ایک نظم اور ڈسپلن (DISCIPLINE) قائم کیا ہوا ہے، خواہ وہ شعبہ پرائیویٹ ہو، یا سرکاری ہر شعبہ کو نظم کے ساتھ لے کر چلتے ہیں ان کی حکومت اور عوام میں بھی آپس کے معاملات میں نظم ہوتا ہے، حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف میں بھی اختلاف کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے۔ مگر مسلمان بدنظمی، بدتہذیبی اور کرپشن میں پوری دنیا میں مشہور ہیں، اگر یہ کافروں کے ملکوں میں جاتے ہیں وہاں جا کر بھی ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر کافروں کو بھی شرم آتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ان کا مذہب ان کو یہی تعلیم دیتا ہے۔

مشہور ہے کہ ایک دہری یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر پاکستان میں آیا، جو مختلف ممالک کا سفر کر چکا تھا اور اسے کہیں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی تھی جس سے اُس کوڑ مغز کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین ہوتا، لیکن پاکستان میں آکر جب اس نے دیکھا کہ کسی شعبہ میں بھی ڈھنگ سے کام نہیں ہورہا، سیاسی لوگ ملکی خزانہ کو بری طرح لوٹ رہے ہیں، رشوت اور چور بازاری عام ہے، ناپ تول میں کمی ہے، اصلی چیز کا ملنا انتہائی دشوار ہے، دفتروں میں ملازم اپنی ڈیوٹی اور ذمہ داری پوری نہیں کرتے، ٹریفک کا نظام درہم برہم ہے، سڑکیں

ٹوٹی پھوٹی پڑی ہیں، غربت عام ہے، وغیرہ وغیرہ، اوراس طرح کی اس نے سینکڑوں چیزیں دیکھیں، اسے کسی بھی شعبہ میں کام صحیح ہوتا ہوا نظر نہیں آیا، تو اس نے پاکستان میں ان سب حالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہاں کے حالات دیکھ کر یقین آ گیا ہے کہ اس دنیا کے نظام کو چلانے والی کوئی طاقت انسانوں کے علاوہ بھی ہے، جس کو لوگ اللہ یا خدا کہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں انسانوں کے حالات اور کرتوتوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک دن بھی نظام نہ چلے کیونکہ نظام چلانے والا تو کوئی کام میں نے نہیں دیکھا، البتہ نظام کو خراب کرنے اور نظام کو بگاڑنے والے کام دیکھے ہیں، لیکن ان سب باتوں کے باوجود یہاں لوگ کسی نہ کسی طرح زندہ ہیں اور زندگی کی گاڑی کسی نہ کسی طرح چل رہی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گاڑی کو چلانے والی کوئی طاقت پیچھے ہی پیچھے کام کر رہی ہے۔

خیر یہ تو ایک واقعہ ہے معلوم نہیں سچا ہے یا جھوٹا، بہرحال جو کچھ بھی ہو یہ واقعہ ہم لوگوں کی حالت کے عین مطابق ہے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہمارا نظام چل رہا ہے، ورنہ ہم لوگوں نے نظام کو بگاڑنے اور درہم برہم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی۔ گستاخانِ رسول کی سزا اوران کو لگام دیئے جانے کا مسئلہ بھی بدنظمی کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے، سلمان رشدی جیسے کتنے گستاخ پیدا ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے خلاف پوری دنیا میں سخت ردِّعمل ہوا، لیکن تدابیر کے غیر منظّم ہونے کے باعث آج تک ان کو سزا نہیں دلائی جا سکی، اور کافروں کی تدابیر کے منظّم ہونے کی وجہ سے وہ کافروں کی گود میں پناہ لئے ہوئے ہیں، عیش و عشرت کے اسباب جمع ہیں، ان کو نیشنلٹی (NATIONALITY) دی ہوئی ہے، کافروں کو جب کوئی مجاہد مطلوب ہوتا ہے تو مسلمانوں کے ملکوں سے بھی اٹھوا لیتے ہیں، دنیا کے کسی کونے میں ہو، اسے وہاں سے لے جاتے ہیں اور طرح طرح کی اذیتیں برملا دیتے ہیں، مقدمات قائم کر کے نہ جانے کیا کیا الزامات اور جرائم ان کے خلاف عائد کر دیتے ہیں، لیکن مسلمانوں کی تدابیر اتنی غیر منظّم اور غیر مؤثر ہیں کہ وہ اپنے ملک میں رہنے والے کے خلاف کوئی مؤثر اقدام کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوتے۔ تو جو مرتد ہیں یعنی پہلے مسلمان تھے مگر گستاخی وغیرہ کر کے دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے اور اوپر سے وہ اسلامی ملکوں میں مقیم ہیں یا مقیم ہوتے ہوئے ایسی حرکت کرتے ہیں، ان کا معاملہ ایسے لوگوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے جو پہلے سے کافر اور غیر مسلم ہیں اور اسی حالت میں وہ کوئی گستاخی اور توہین اسلام سے متعلق کرتے ہیں اور کافروں کے ملکوں کے باشندے ہیں، جب مسلمان اپنے ملک

کے ایسے باشندہ کو بھی سزا دینے اور دلانے میں ناکام ہیں جو اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں ،تو ان کو کیا سزا دیں گے اور دلائیں گے جو شروع سے مسلمان ہی نہیں ہیں اور دارُالکفر میں مقیم ہیں اور اگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمان مرتد ہی اپنے مذہب اور اسلام کے خلاف زبان درازی کر کے غیر مسلموں اور کافروں کو توہینِ اسلام پر جری کرتے ہیں۔جب ہم اپنے لوگوں کو سزا دینے اور دلانے سے قاصر ہیں تو کافروں کو کیا سزا دیں گے؟ بس تھوڑا بہت بے ہنگم انداز میں شور برپا کرتے ہیں اور بعد میں ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ہماری تدبیریں مؤثر اور دیرپا اور دُور رَس اثرات کی حامل نہیں ہوتیں، دنیا میں سب سے زیادہ ملک اسلامی ہیں ،مگر جب کسی اسلامی ملک کے خلاف کافروں کی طرف سے منظّم کارروائی ہوتی ہے تو سارے ملک مل کر بھی کافروں پر کوئی اثر نہیں ڈال پاتے ،اس کی وجہ بھی وہی غیر منظّم ہونا اور سلیقہ سے کام نہ کرنا ہے غرضیکہ ہمارے جتنے بھی کام ہیں خواہ اندرونی یا بیرونی ، سیاسی وغیر سیاسی ،ساروں میں کسی نہ کسی انداز سے بدنظمی اور بے سلیقگی نظر آتی ہے۔اس لئے ضرورت ہے کہ کوئی بھی اقدام کرنے سے پہلے اور اپنے جذبات کو استعمال کرنے سے پہلے نیت سمیت آنے والے سارے مراحل کا پہلے سے جائزہ لے لیا جائے اور تقسیمِ کار کر لی جائے اور اسی کے ساتھ شرعی حدود وقیود کا بھی علم حاصل کر کے لحاظ کر لیا جائے ،تب قدم آگے بڑھایا جائے اور بھیڑ چال سے بچا جائے اگر مسلمان اس طرح سلیقہ اور نظم کے ساتھ کام کریں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل نہ ہو۔کہاں کہاں تک بھیڑ چال اور بدنظمی کی نشاندھی کی جائے ،کوئی جگہ ایسی نظر ہی نہیں آتی جہاں اس بدنظمی، بے ڈھنگے پن اور بھیڑ چال کے مناظر نہ ملتے ہوں۔سود اور جوے کی کمپنیاں سنہری چڑیاں بن کر سامنے آتی ہیں ،سب بلا سوچے سمجھے ان پر ٹوٹ کر پڑتے ہیں،کبھی کوئی کمپنی بزناس کے نام سے آ کر لوگوں کا ناس کرتی ہے ،کبھی کوئی گولڈ کویسٹ کے نام سے آتی ہے،کبھی شینل کمپنی کے نام سے آتی ہے اور لوگ اسی بھیڑ چال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور چند دنوں بعد اپنی بھیڑ چال کا خمیازہ بھگت کر منہ لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں۔تو ہمیں جذبات پر قابو رکھ کر اور ہوش سنبھال کر کام کرنا چاہئے اور ہر طرف نظر ہونی چاہئے ،دُور اندیشی اور دُور بینی سے کام لینا چاہئے اور ہر موقعہ پر شرعی احکام اور شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور بھیڑ چال و بدنظمی اور بے ڈھنگے پن سے بچنا چاہئے۔اس بھیڑ چال اور بدنظمی اور بے ڈھنگے پن نے ہماری صلاحیتوں اور تدبیروں کے ﴿بقیہ صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مقالات ومضامین

عبدالواحد قیصرانی

تقلید کا ثبوت

عہدِ صحابہ میں تقلید

﴿۳﴾......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا، اور اہلِ کوفہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا:

''میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے، اور یہ دونوں (حضرات) نبی علیہ السلام کے نجباء صحابہ اور اہلِ بدر میں سے ہیں ''فاقتدوا بھما واسمعوا من قولھما'' پس تم ان کی اقتداء کرو اور ان کی بات سنو'

یہ واقعہ بھی تقلید ہی کی ایک زندہ وجاوید مثال ہے (کہ جس میں کوئی خفاء اور پوشیدگی نہیں)

﴿۴﴾......''کنز العمال میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ مسجد کا پانی پیتے ہیں؟ حالانکہ وہ تو صدقہ ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام سعد رضی اللہ عنہا کی سبیل سے پانی پیا ہے تو (اگر میں نے پی لیا تو) کیا ہوا؟'' (کنز العمال ج ۳ ص ۳۱۸، کتاب الزکوٰۃ)

ذرہ ملاحظہ فرمایئے! کہ یہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے جواب میں حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کا عمل پیش فرما کر دوسروں کو بھی اپنے سے زیادہ علم وفقہ رکھنے والے کے عمل کی پیروی کرنے کی راہنمائی فرمائی ہے اور یہی چیز تقلید ہے۔

﴿۵﴾......حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''میرے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) جب مسجد میں نماز پڑھتے تو رکوع، سجدہ پورا تو کر لیتے مگر اختصار کے ساتھ کام لیتے، اور جب گھر میں نماز پڑھتے تو رکوع سجدہ اور نماز (کے دوسرے ارکان) طویل فرماتے، میں نے عرض کیا ابا جان! آپ جب مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو اختصار سے کام لیتے ہیں، اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو طویل نماز

پڑھتے ہیں؟..................(اس پر) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیٹے! ''انا ائمہ یقتدی بنا'' ہم (لوگوں کے) امام ہیں، لوگ ہماری اقتداء کرتے ہیں (یعنی جب لوگ ہمیں طویل نماز پڑھتے دیکھیں گے تو وہ بھی اتنی ہی لمبی نماز پڑھنا اپنے لئے ضروری سمجھیں گے، اور پھر ہمیشہ اس کی پابندی کرنے لگیں گے) (مجمع الزوائد للہیثمی ج ۱ص ۱۸۲)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ عام لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محض اقوال ہی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کا صرف عمل دیکھ کر اس کی بھی تقلید کی جاتی تھی، اور ظاہر ہے کہ عمل دیکھ کر اس کی اقتداء کرنے میں دلائل کی تحقیق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور یہی تقلید کہلاتی ہے۔

﴿۶﴾......حضرت ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بعض لوگوں نے ایک مسئلہ پوچھا، تو انہوں نے (قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے اجتہاد کے مطابق) اس کا جواب دے دیا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ (تم لوگ یہ مسئلہ) حضرت عبداللہ بنِ مسعود سے بھی پوچھ لو، چنانچہ وہ حضرات ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی (بعینہٖ) یہ مسئلہ پوچھا، اور ساتھ ہی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی رائے بھی ذکر کر دی، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فتویٰ دیا تو وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی رائے اور فتویٰ کے خلاف تھا (اس کے بعد جب) لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کا ذکر کیا تو انہوں نے (اس پر) فرمایا ''**لاتسألونی مادام هذا الحبر فیکم**'' کہ جب تک یہ تبحر (عظیم) عالم یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمہارے درمیان موجود ہیں تو اس وقت تک مجھ سے مسائل مت پوچھا کرو' (بخاری ج ۲ص ۹۹۷، مسند احمد ج ۱ص ۴۶۴)

ذرا غور فرمایئے! کہ اس واقعہ سے جہاں نبی علیہ السلام کے صحابہ کے مابین آپس میں ایک دوسرے کی عزت ومنزلت اور قدر ومحبت جھلکتی ہے، وہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے تقلیدِ شخصی بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے مجھ سے مسائل مت پوچھا کرو، بلکہ انہیں کی طرف رجوع کیا کرو تقلیدِ شخصی ہی کی تو دعوت وترغیب ہے۔

﴿ ۷ ﴾......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''جب حضور ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو فرمایا کہ جب کوئی قضیہ تمہارے سامنے آئے گا تو (تم) کس طرح فیصلہ کروگے؟ عرض کیا کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو (تو پھر کیا کروگے؟) عرض کیا کہ سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ اور سنت دونوں میں نہ ملے؟ عرض کیا کہ ''اجتهد برأيي ولاآلو ''اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد واستنباط کرونگا، اور (حق کی تلاش میں کوئی) کوتاہی نہیں کرونگا، اس پر آنحضرت ﷺ نے (فرطِ مسرت سے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر (ازراہِ شفقت ومحبت) اپنا دستِ مبارک مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول کے اس قاصد کو اس بات کی توفیق دی، جس پر اللہ کا رسول راضی ہے'' (سنن ابی داؤد)

بقول استاذنا المکرّم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے کہ:

''یہ واقعہ تقلید واجتہاد کے مسئلہ میں ایک ایسی شمع ہدایت ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے اس مسئلہ کی گتھیاں سلجھتی چلی جاتی ہیں''

نیز فرماتے ہیں کہ:

''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صرف ایک مستبد حکمران بن کر یمن تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ ایک معلم اور مفتی کی حیثیت سے بھی تشریف لے گئے تھے، لہٰذا یہ خیال درست نہیں کہ ''اس حدیث کا تعلق حَکم اور قضاء سے ہے، افتاء سے نہیں'' (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۰، ۵۱)

(جاری ہے............)

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے
مفتی محمد امجد حسین

صحابیٔ رسول حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنوحنفیہ سے تھا، علاقہ یمامہ کے سرداروں میں سے تھے، عرب کے ریگستان میں یمامہ کی یہ حیثیت کیا کم تھی کہ وہ زرخیر اور غلہ اگانے والا علاقہ تھا، اور صرف اگاتا نہیں تھا بلکہ برآمد بھی کرتا تھا، چنانچہ مکہ مکرمہ میں غلہ یمامہ سے ہی آتا تھا، اس سے یمامہ کی اقتصادی اہمیت واضح ہے، اور مکان کو اگر مکین سے شرف حاصل ہوتا ہے تو مکین کو بھی مکان سے شرف حاصل ہوسکتا ہے، تب پھر یمامہ کے سردار ثمامہ کی شرافت، وجاہت اور ثروت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، اور پھر جب صحابیت کے شرف سے بھی مشرف بہ اسلام ہونے کی وجہ سے نوازے گئے تو دنیوی شرافت کے ساتھ ساتھ دینی شرافت کی بھی تکمیل ہوگئی، اور دنیوی سیادت وثرت کے ساتھ دینی سعادت وعظمت بھی جمع ہوگئی، اسلام لانے اور ہدایت پانے کا واقعہ بھی کچھ کم عجیب نہیں، جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے کتاب المغازی میں بعنوان ''باب وفد بنی حنفیہ وحدیث ثمامہ بن اثال'' نقل کیا ہے، بس وہی ماجرا ہے۔ ؎

خدا کی دَین کا موسیٰ سے پوچھیں احوال آگ لینے جائیں پیغمبری مل جائے

قصہ مختصر یہ کہ فتح مکہ سے ذرا پہلے آنحضرت ﷺ نے یمامہ کی طرف ایک مختصر سریہ جو چند سواروں پر مشتمل تھا روانہ کیا، ان لوگوں نے واپسی میں راستے میں ثمامہ کو گرفتار کیا اور مدینہ منورہ لاکر مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھ دیئے گئے، آنحضرت ﷺ نے پاس سے گذرتے ہوئے پوچھا کیوں ثمامہ! کیا ہوا؟ بولے، محمد! بہت اچھا ہوا اگر تم مجھ کو قتل کروگے تو ایک خون والے کو قتل کروگے (یعنی جس کا خون رائیگاں نہ جائے گا بلکہ میرا بدلہ لینے والے ہیں) اور اگر احسان کر کے چھوڑ دوگے تو ایک احسان شناس پر احسان کروگے (کیا پُرشکوہ جواب ہے) نبی علیہ السلام اور ثمامہ کا یہ سوال وجواب لگاتار تین دن آمنا سامنا ہونے پر ہوتا رہا، تیسرے دن اس سوال وجواب کے بعد آپ ﷺ نے ثمامہ کو کھولنے کا حکم دیا، ثمامہ پر حضور ﷺ کی اس شفقت اور احسان کا اور تین دن تک آپ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کے پرتاثیر طرز وطریقوں اور اشغال وعادات کو ملاحظہ کرنے کا یہ اثر ہوا کہ جسم تو رسیوں کی قید سے آزاد ہوگیا لیکن دل آپ علیہ السلام کے کریمانہ اخلاق کی وجہ سے آپ کی محبت کا اسیر ہوگیا۔ ؎

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا کیا اسیری، کیا رہائی ہے

تین دن تک قید میں رکھنے کی شاید یہی حکمت تھی کہ دل کسی کی اداؤں کا اسیر ہو جائے۔رسیوں کی قید سے آزاد ہوتے ہی قریب کسی باغ میں گئے اور نہا دھو کر مسجد میں آئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر آپ علیہ السلام سے کہنے لگے، خدا کی قسم آپ کی ذات، آپ کے دین اور آپ کے شہر سے زیادہ زمین پر مجھے کسی سے بغض اور نفرت نہ تھی، لیکن اب آپ کی ذات، آپ کے دین اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی چیز مجھے محبوب نہیں، میں عمرہ کے ارادہ سے نکلا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے بشارت دی اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ وہ عمرہ کے لئے مکہ گئے، کسی نے پوچھا تم بے دین ہو گئے؟ کہا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لایا، یاد رکھو اب بغیر رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے گیہوں کا ایک دانہ بھی یمامہ سے مکہ نہیں آسکتا، عمرہ پورا کرنے کے بعد یمامہ جا کر غلہ رکوا دیا، مکہ والوں کا دارومدار یمامہ کے غلہ پر تھا، اس لئے ان پر مصیبت آگئی، اہلِ مکہ نے آپ علیہ السلام سے درخواست کی اور اپنی مصیبت کا رونا رویا، اس پر آپ علیہ السلام نے ثمامہ کو غلہ حسبِ سابق جاری رکھنے کا حکم دیا۔

مسیلمہ کذاب کے فتنہ کا سامنا

مسیلمہ کذاب مدعی نبوت جس نے آپ ﷺ کی زندگی میں ہی دعویٰ نبوت کر کے فتنہ وفساد پھیلانا شروع کر دیا تھا، اس دوران آپ ﷺ کی وفات ہوئی، تب تو مسیلمہ نے خوب پر پرزے نکالے، اہلِ یمن کے بہت لوگ اور قبیلے مرتد ہو کر مسیلمہ کے ساتھی بن گئے، اور یمن پر ان مرتدین کا تسلط ہو گیا، ثمامہ اس وقت یمامہ ہی میں تھے انہوں نے لوگوں کو اس فتنہ سے بچانے کی پوری کوشش کی، ہر ایک کو یہ تلقین کرتے کہ لوگو! اس اندھیارے سے بچو جس میں روشنی کی کوئی کرن نہیں۔ جب یمامہ میں بھی ارتداد عام ہو گیا، اور آپ کا قبیلہ بھی مرتد ہونے لگا، تو آپ نے وطن چھوڑنے کا فیصلہ کیا، اس دوران علاء بن حضرمی جو لشکر دے کر مرتدین کے مقابلے پر بھیجے گئے تھے، یمامہ سے گذرے تو آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت علاء کے ساتھ آملے، اس سے مرتدین کو کافی دھچکا لگا اور ان کی قوت کمزور ہو گئی اور حوصلے پست ہو گئے، آپ حضرت علاء کے ساتھ بحرین گئے اور مرتدین کے قلع قمع کرنے میں ان کے ساتھ مصروف رہے۔

شہادت

بنو قیس کا مرتد سردار حطیم جو مقابلے میں مارا جا چکا تھا، بنو قیس نے اس شبہ میں کہ ثمامہ نے حطیم کو قتل

کیا ہے، موقعہ پا کر انتقام میں حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ آپ شاعر بھی تھے، مسیلمہ کے فتنہ ارتداد کے متعلق آپ کے یہ اشعار ہیں۔

دعانا الی ترک الدیانة والهدیٰ مسیلمة الکذاب اذجاء یسجع

فیاعجبا من معشر قدتتابعوا له فی سبیل الغی والغی اشنع

ترجمہ: ''مسیلمہ نے ہمیں دین اور ہدایت چھوڑنے کی دعوت دی جب وہ چہکتا ہوا آیا، پس حیرت ہے اس گروہ پر جس نے گمراہی وسرکشی کے راستے پر مسیلمہ کی پیروی کی، حالانکہ سرکشی بہت ہی بری چیز ہے''

تو یہ قصہ ہے ثمامہ کا جس کو تین دن قید کر کے نبی علیہ السلام نے اس وقت رہا کیا جب اس کا دل جیت چکے تھے، تب اس قیدی کے لئے آزادی میں کوئی لطف باقی نہ رہا، تو خوشی خوشی آپ کی غلامی کی عمر قید میں داخل ہو گیا، اور پھر ناموسِ سالت کا دفاع کرتے ہوئے اس راستے میں نقد جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا کیا اسیری کیا رہائی ہے

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۹ ''بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے''﴾

مؤثر ہونے پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے۔ معلوم نہیں کہ بھیڑ چال کے مرض سے ہماری قوم کو کب نجات حاصل ہوگی۔ دراصل مسلمانوں کے اندر ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ خود احتسابی کا عمل کمزور پڑ گیا ہے، دوسروں کے احتساب کی تو فکر ہوتی ہے، مگر اپنے احتساب کی توفیق نہیں ہوتی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلیقہ اور نظم کے ساتھ سوچ سمجھ کر تقسیمِ کار و تقسیمِ عمل کے اُصولوں کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور بدنظمی اور بھیڑ چال سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین ثم آمین، و آخر دعوانا ان الحمدللہِ رب العلمین

مفتی منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

آدابِ تجارت (قسط ۱۷)

(۳۳)...... بھاؤ ظاہر کرنے میں سچائی سے کام لینا

تجارت کے آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ بیچنے والا بیچتے وقت اپنے مال کی قیمت ظاہر کرنے میں اور خریدنے والا خریدتے وقت بازار کا بھاؤ ظاہر کرنے میں سچائی سے کام لے، بیچنے والے کا اپنا مال مہنگا بیچنے کے لئے اس کی اصل قیمت بہت زیادہ ظاہر کرنا اور خریدار کا خریدتے وقت یہ ظاہر کرنا کہ بازار میں اس کی قیمت بہت کم ہے، شرعاً جھوٹ اور دھوکہ بازی ہے، جو گناہ اور تجارت میں بے برکتی کا باعث ہے، حضور اقدس ﷺ نے مختلف احادیث میں اس کی مختلف صورتوں سے منع فرمایا ہے، جن کو یہاں ذرا وضاحت سے پیش کیا جاتا ہے۔

(الف)...... نجش:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"نهى النبی ﷺ عن النجش" "نبی کریم ﷺ نے نجش سے منع فرمایا"

نجش کے معنی ہیں کسی چیز کے مصنوعی طور پر زیادہ دام لگانا، تاکہ دوسرے لوگ اس کو سن کر یہ سمجھیں کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے، جس کے لوگ اتنے دام لگا رہے ہیں، اور پھر وہ اس کو زیادہ دام میں خرید لیں، اس مقصد کے لئے بائع کی طرف سے ایک مہرہ کھڑا ہوتا ہے، خاص طور پر یہ کام نیلام میں ہوتا ہے، کہ بائع نے اپنے دو چار مہرے کھڑے کئے ہوتے ہیں کہ جب کوئی بولی لگائے تو تم اس سے بڑی لگا دینا، جس سے ان کا مقصد خریدنا نہیں ہوتا، بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں پر یہ تاثر قائم ہو کہ لوگ اس میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں کہ بڑی قیمت لگا رہے ہیں، اس لئے ہمیں بھی زیادہ لگانے چاہئیں، نبی کریم ﷺ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ دھوکہ کی ایک قسم ہے، چنانچہ امام بخاری نے نجش کے باب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ناجش (نجش کرنے والا) تو سود خور اور خائن ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں اس کے پاس جو پیسے جا رہے ہیں وہ دھوکہ سے بغیر کسی حقیقی عوض کے جا رہے ہیں، جیسے ربا میں ہوتا ہے، اور یہ چونکہ دھوکہ ہے، لہٰذا باطل اور حرام ہے

Idara Ghufran

، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دھوکہ باز کو جہنمی قرار دیا ہے (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب النجش، ج ا ص ۲۸۷، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ب)...... تلقی جلب:

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تلقی جلب سے منع فرمایا اور اس بات سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے لئے بیچے‘‘ (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب النہی عن تلقی الرکبان، حدیث نمبر ۲۱۶۲)

تلقی جلب کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دیہات کے کاشتکار اپنی زمینوں کی پیداوار اونٹوں پر لاد کر ایک قافلے کی شکل میں شہر کی طرف آتے تھے تاکہ اپنا سامان شہر میں آکر فروخت کریں، بعض سیانے قسم کے لوگ جو شہر کے رہنے والے ہوتے تھے، شہر سے باہر آکر ان کا استقبال کرتے اور ان کی چاپلوسی کرتے کہ آپ تو بڑے قابلِ احترام لوگ ہیں، آپ کہاں بازار جانے کی زحمت کریں گے، ہم یہیں آپ سے سارا سامان خرید لیتے ہیں، اس طرح ان سے سارا سامان سستے داموں خرید لیتے اور پھر اس کے اجارہ دار بن کر بیٹھ جاتے اور بازار میں آکر اس کی من مانی قیمتیں وصول کرتے، اس کو تلقی جلب، تلقی الرکبان اور تلقی البیوع کہا جاتا ہے، اس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، اور محدثین نے اس کی ممانعت کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں، ایک یہ کہ اس میں قافلے والوں سے دھوکہ ہوتا ہے اور ان کے سامنے بازار کی قیمت غلط ظاہر کی جاتی ہے، مثلاً یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ بازار میں یہ سامان سو روپے فی بوری مل رہا ہے جبکہ حقیقت میں پانچ سو روپے فی بوری مل رہی ہوتی ہے، دوسری وجہ یہ کہ اس میں شہر والوں کو ضرر ہے، وہ اس طرح کہ اگر دیہاتی شہر والوں کو بیچتے تو مال کی فراوانی ہوتی جس کے نتیجے میں وہ مال لوگوں کو سستا ملتا، لیکن ان لوگوں نے قافلے والوں سے سامان خرید کر پہلے سے قبضہ کر کے اجارہ دار بن بیٹھے اور اسٹاک کر کے اس کی رسد میں کمی کر دی، جس سے شہر کے لوگوں کو پریشانی و تکلیف ہے، اور قافلے والوں کو قیمت میں دھوکہ دینا یا شہر کے لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرنا دونوں ناجائز ہیں، البتہ اگر نہ دھوکہ دیا جائے اور نہ ہی ان کے اس طرزِ عمل سے شہریوں کو تکلیف ہو تو پھر چونکہ ممانعت کی وجہ نہیں پائی گئی اس وجہ سے یہ ناجائز نہیں ہوگا (انعام الباری باب النہی عن التلقی الرکبان، ج ۶ ص ۳۰۲، مکتبۃ الحراء کراچی)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ فروخت کنندہ کے لئے کوئی ایک طرزِ عمل اختیار کرنا جس سے خریدار کو قیمت

میں دھوکہ ہو یا خریدار کو ایسا انداز اپنانا جس سے فروخت کنندہ کو دھوکہ ہو، نا جائز ہے، جو تجارت میں بے برکتی کے ساتھ آخرت میں پکڑ کا باعث ہے، سچے تاجروں نے ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ تابعین میں سے ایک صاحب کی حکایت نقل کی گئی ہے جو بصرہ کے رہنے والے تھے، اور شکر کا کاروبار کرتے تھے، ان کا غلام سوس (ایک جگہ کا نام ہے) سے ان کے پاس شکر بھیجا کرتا تھا، ایک مرتبہ غلام نے انہیں خط لکھا کہ اس سال گنوں کی فصل پر آفت آئی ہے، لہٰذا آپ زیادہ مقدار میں شکر خرید لیں تا کہ بعد میں مہنگی بھی بیچ کر نفع کما سکیں، چنانچہ انہوں نے بہت زیادہ مقدار میں شکر خرید لی، جب شکر کا سیزن آیا تو اس کی قیمت بڑھ جانے کی وجہ سے انہیں تیس ہزار درہم کا نفع ہوا، جب رات کو وہ گھر گئے تو پوری رات یہ سوچتے رہے کہ مجھے اگرچہ تیس ہزار کا نفع ہوا ہے لیکن ایک مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا خسارہ ہوا ہے، چنانچہ صبح شکر بیچنے والے کے پاس گئے اور اسے تیس ہزار حوالے کر کے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے، اس نے پوچھا کہ یہ تیس ہزار میرے کس طرح ہوئے، انہوں نے جواب دیا کہ دراصل شکر کی قیمت بڑھ چکی تھی اور میں نے تجھ سے اس کے دام چھپا کر سستی شکر خرید لی تھی (اس وجہ سے نفع واپس کرنا چاہتا ہوں) اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، اب آپ نے بتا دیا ہے، لہٰذا اب میں اسے استعمال کرنے کی بخوشی اجازت دیتا ہوں، لہٰذا وہ اسے لے کر واپس گھر گئے اور پوری رات اسی سوچ میں گذر گئی کہ میں نے اس کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے شرم کی وجہ سے مجھے واپس کر دیا ہو، چنانچہ صبح سویرے اس کے پاس گئے اور اس سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے عافیت دے اپنا مال واپس لے لے، کیونکہ میرے دل کا اطمینان اسی میں ہے، چنانچہ اس نے تیس ہزار درہم لے لئے (احیاء العلوم، آداب الکسب والمعاش، ج۲ص۸۰، دار احیاء کتب العربیۃ)

(جاری ہے............)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

دعوتِ طعام کے آداب (دوسری وآخری قسط)

✪ دعوت کرنے اور دعوت کو قبول کرنے کا معیار عالیشان اور عمدہ ولذیذ کھانے نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ سادہ دعوت کر کے اور اس دعوت میں شرکت کر کے بھی دعوت کرنے اور دعوت قبول کرنے کا ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے ✪ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ دعوت کا مقصد دوسرے کی محبت واحترام اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہئے، کسی فاسد غرض اور دنیوی مطلب کو بنیاد نہیں بنانا چاہئے ✪ شہرت اور اپنی نام آوری کے لئے دعوت کرنا ثواب کے بجائے گناہ ہے ✪ ایسی دعوت جس میں فخر وتفاخر اور نام ونمود پیشِ نظر ہو یا کوئی اور غلط مقصد شامل ہو اور اس کا پتہ چل جائے تو حکمت کے ساتھ ایسی دعوت میں شرکت سے عذر کر دینا چاہئے ✪ دعوت کرنے سے پہلے مہمان کی راحت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، ایسے انداز اور طریقہ سے دعوت کرنا جس سے دوسرا تکلیف میں مبتلا ہو، صحیح نہیں ✪ جس کی دعوت کی جائے اس کے کھانے کے اوقات کا لحاظ کرنا چاہئے، اگر دوسرے شخص کا معمول کسی وقت کھانے کا ہے اور اس کی دعوت کر کے کھانے کے وقت کو غیر معمولی مقدم یا مؤخر کر کے اس کے معمولات میں خلل ڈال دیا جائے جس سے اسے تکلیف پہونچے یہ بھی درست نہیں ✪ اگر کوئی اخلاص کے ساتھ دعوت کرے اور اس کی دعوت قبول کرنے میں کوئی عذر ہو مثلاً روزہ ہو تو کم از کم دعوت کرنے والے کے حق میں برکت کی دعا کر دینی چاہئے (کمافی حدیث مسلم) ✪ اگر کسی دوسرے سے بے تکلفی ہو اور آپ کی دعوت کرے تو آپ اپنے کسی خاص مہمان یا خاص فرد کو بھی دعوت میں شریک ہونے کی داعی سے درخواست کر سکتے ہیں، پھر اگر وہ چاہے تو منظور کرے اور چاہے تو منع کر دے لیکن اگر دوسرا شخص ایسا ہو کہ آپ کے کہنے پر خواہی نخواہی منظور ہی کرنے پر مجبور ہو جائے اور منع کرنے کی ہمت نہ ہو تو ایسے شخص کے سامنے دوسرے کی شرکت کی درخواست نہیں کرنی چاہئے (کمافی روایۃ مسلم وابن حبان) ✪ کھانے کے بعد میزبان کے گھر دیر تک بیٹھے رہنا جائز نہیں، اس سے میزبان کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ مروت کی وجہ سے جانے کا کہنے سے حجاب محسوس کرتا ہے، ہاں اگر کسی اہم کام کے لئے دیر تک بیٹھنے کی ضرورت ہو یا میزبان کے ساتھ ایسا خصوصی تعلق ہو کہ اس کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۱۹ بتغیر) ✪ ختنہ کے موقع پر جو دعوت کی جاتی ہے

اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ایسی دعوت میں شرکت نہیں کرنی چاہئے (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۵۵ بتغیر) ✪ اسی طرح سالگرہ کے موقع پر جو دعوت کی جاتی ہے اس میں شرکت بھی جائز نہیں، کیونکہ سالگرہ منانا شریعت کے خلاف رسم ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵ بتغیر) ✪ آج کل شادی سے پہلے مہندی کی رسم منائی جاتی ہے، یہ خلافِ شریعت رسم ہے، اس رسم کو انجام دینا اور اس رسم میں کھانے کی دعوت میں شریک ہونا بھی جائز نہیں (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۶۰ بتغیر) ✪ بعض علماء نے فرمایا کہ جس کی آمدنی ناجائز ہو، یا جس دعوت میں صرف مال دار لوگ شریک ہوں، یا فاسق واوباش لوگ ہوں، یا فخر وتفاخر کی غرض سے دعوت کی جائے، یا کسی غلط نیت اور غرض سے دعوت کی جائے مثلاً ناجائز کام کی تائید کرانا پیشِ نظر ہو، یا اس مجلس میں گناہ موجود ہو مثلاً گانا بجانا، بے پردگی، تصویر سازی وغیرہ ہو یا وہاں تصاویر موجود ہوں یا ریشمی کپڑے پر بٹھایا جائے، یا سونے چاندی کے برتن میں کھانا کھلایا سجائے، ایسی دعوت میں شرکت نہیں کرنا چاہئے (نووی شرح مسلم بتغیر) اور آج کل بہت سی دعوتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ جن کو دعوت کے بجائے عداوت کہنا زیادہ مناسب ہے، قبول کریں تب بھی مصیبت اور قبول نہ کریں تب بھی مصیبت اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل دعوتیں رسم کے تابع ہوگئی ہیں ✪ اگر کوئی ناجائز کام و پیشہ رکھتا ہو لیکن ساتھ ہی جائز آمدن بھی رکھتا ہو مثلاً رشوت لیتا ہو، یا سود پر قرض دیتا ہو اور دوسرا کوئی جائز ذریعہ بھی ہو یا کوئی نائی داڑھی مونڈنے، کاٹنے یا شریعت کے خلاف بال بنانے کا کام کرتا ہو (جیسا کہ آج کل بیشتر نائی کرتے ہیں) تو ایسے لوگوں کی دعوت کھانے کے جائز ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

(۱)......حرام آمدنی کے حلال آمدنی سے کم ہونے کا یقین ہو (۲)......دعوت کا مال خالص حرام آمدنی سے ہونے کا یقین نہ ہو (۳)......حرام وحلال سے مخلوط ہونے کا یقین نہ ہو۔

اگر ان تین باتوں کا یقین نہ ہو بلکہ شبہ ہو، اس صورت میں دعوت کھانا جائز ہے مگر نہ کھانا بہتر ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۲۳ بتغیر)

جو لوگ کسی دعوت میں بلائے جائیں اور دعوت میں شریک ہوں، اُن کے لئے درجِ ذیل آداب ہیں۔

(۱) دعوت قبول کرنے میں دعوت کرنے والے کے اِکرام اور اس کا دل خوش کرنے اور سنت پوری کرنے کی نیت کرے، پیٹ کی شہوت پوری کرنے کی نیت نہ کرے **(۲)** داعی کے گھر بغیر اجازت کے داخل نہ ہو **(۳)** خوامخواہ صدرِ مجلس بن کر نہ بیٹھے،

﴿بقیہ صفحہ پر ۶۲ ملاحظہ ہو﴾

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ مفتی محمد رضوان

ان چیزوں کا نام تصوف نہیں

آج کل بعض لوگوں نے چندگنی چنی من گھڑت رسموں کا نام تصوف اور طریقت رکھ لیا ہے اور بس انہیں چیزوں کو سب کچھ سمجھتے ہیں، جب وہ کسی کے ہاتھ پر کوئی عجوبہ کی چیز دیکھتے ہیں تو اُس کے معتقد ہو جاتے ہیں، اور اُسے قلندر وغیرہ جیسے نہ جانے کیا کیا لقب دیدیتے ہیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے مختلف مقامات پر اس غلط فہمی کی بھی اصلاح فرمائی ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:

✪......''سلوک (وتصوف) اُڑنے کو نہیں کہتے نہ دریا پر چلنے کو کہتے ہیں، کیونکہ سالک (وصوفی) آدمی ہوتا ہے نہ وہ مچھلی بن جاتا ہے نہ پرند بن جاتا ہے۔لوگوں نے ان خوارق (وکرامات) ہی کو کمال سمجھ لیا ہے اور اسی کو غایت (مقصود) سمجھتے ہیں۔ یہ حاصل ہو گیا تو بس کامل ہو گئے۔اور یہ کمال نہ پیدا ہوئے تو بس سب محنت کو رائیگاں سمجھتے ہیں۔لیکن قرآن وحدیث میں تو کہیں ان باتوں کا پتہ نہیں ہے۔مقامات یعنی اعمال کو قلب (دل) کے تصفیہ (صفائی) کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔اور یہی تصفیۂ قلب (دل کی باطنی گناہوں سے صفائی) غایت (مقصود) ہے ان اعمال کی، اور یہی بڑی چیز ہے، رہا پانی پر چلنا اور ہوا پر اُڑنا، اس کو مقصود سمجھنے کے تو یہ معنیٰ ہیں کہ انسانیت سے حیوانیت کی طرف مسخ (منتقل) ہو جاؤ اور آدمی سے مچھلی یا پرند بن جاؤ'' (خطباتِ حکیم الامت ج ۲ بعنوان علم وعمل ص ۵۱۹ وعظ اکبر الاعمال)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''قلندر صوفیہ کی خاص اصطلاح ہے۔اس کو اہلِ فن سے دریافت کرو۔چنانچہ اس فن میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بعض کتابیں بہت ہی عمدہ ہیں جیسے عوارفُ المعارف وغیرہ، اُن میں اس اصطلاح کی حقیقت بہت وضاحت سے لکھی گئی ہے قلندر اس کو کہتے ہیں جو ظاہری عبادت میں تقلیل (کمی) کرے کہ جس پر ذکر وفکر۔نوافل ومستحبات سے زیادہ غالب ہو یعنی وہ نفلیں زیادہ نہیں پڑھتا بلکہ ذکر اللہ زیادہ کرتا ہے، یہ معنیٰ نہیں کہ فرائض وواجبات کو بھی ترک کر دیتا ہے۔مگر آج کل تو قلندر اُسے کہتے ہیں جو چار اَبرو کا صفایا کردے اور سر منڈا دے

۔ایسی قلندری تو بہت سستی ہے۔حجام کو دو پیسہ دے کر جس کا جی چاہے قلندر بن جائے۔
اسی کو (مولانا روم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں ۔

نہ ہر کہ چہرہ برافوخت دلبری داند　　نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتۂ باریک تر زمُو ایں جاست　　نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اور قلندر کے مقابل ایک دوسرا فرقہ بھی ہے جس کو ملامتی کہتے ہیں۔یہ بھی اصطلاحی لفظ ہے۔ ملامتی وہ ہے جو اعمال میں تکثیر (زیادتی) تو کرتا ہے مگر اُن کے اخفاء (چھپانے اور خفیہ رکھنے) کا اہتمام کرتا ہے۔جس سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو دوسروں سے زیادہ کچھ بھی نہیں کرتے، یہ کیسے بزرگ ہیں مگر آج کل اس کے معنیٰ بھی لوگوں نے بگاڑ دیئے ،اب ملامتی اسے کہتے ہیں جو شراب و کباب اور زنا کاری کے ساتھ تصوف کا دم بھرتا ہو‘‘ (خطباتِ حکیم الامت ج ۲ بعنوان علم وعمل ص ۹۱، وعظ ’’الفاظ القرآن‘‘)

بعض نام نہاد پیروں نے ایسے نرالے طریقے ڈھونڈے ہوئے ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے عوام کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایسے ہی ایک ڈھونگی پیروں کے بارے میں فرماتے ہیں:

✪......(جیسے) ایک نجومی (کا واقعہ ہے کہ اُس) سے کوئی پوچھتا کہ میری بیوی کو حمل ہے بتلاؤ کیا ہوگا تو وہ زبان سے کچھ نہ کہتا بلکہ ایک پرچہ پر یہ عبارت لکھدیتا کہ ’’لڑکا نہ لڑکی‘‘ اگر لڑکا ہوا تو کہدیتا کہ ہم نے کہا نہ تھا کہ ’’لڑکا ہوگا نہ کہ لڑکی‘‘ اور لڑکی ہوئی تو کہتا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا ’’لڑکا نہ بلکہ لڑکی ہوگی‘‘ اب یہ ’’نہ‘‘ پہلے کے ساتھ لگ گیا،اور جو (حمل) کا اسقاط ہوگیا اور کچھ نہ ہوا تو اب وہ ’’نہ‘‘ دونوں سے لگ گیا کہ ’’لڑکا نہ لڑکی‘‘ کتابت (لکھائی) میں لہجہ تو ہوتا نہیں، اس لئے وقوع (واقعہ ہونے) کے بعد وہ جس طرح چاہتا لہجہ بدل کر اسے اپنے موافق کرلیا کرتا (وعظ ہم الآخرۃ ص ۱۱)

آج بھی اس قسم کے جال پھیلا کر لوگوں کو اُلّو بنایا جاتا ہے اور عوام بھی دین سے ناواقف ہوتے ہیں، اس قسم کی شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر جس کو چاہتے ہیں بزرگ، پیر، فقیر اور قلندر نہ جانے کیا کیا سمجھ بیٹھتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر اپنے دین اور دنیا کو برباد کرتے ہیں۔

ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط ۵)

(بنام محمد رضوان)

''مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جا رہی ہے''

عرض......احقر کے پاس بہت سے رشتہ دار وا قارب کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ ان میں ساتھ ہی یہ بھی تحریر ہوتا ہے کہ جواب ضرور دیجئے گا جبکہ احقر کو تمام خطوط کے جواب دینے کا وقت نہیں ہوتا اور عام طور پر خطوط بھی غیر جوابی آتے ہیں۔

ارشاد......غیر جوابی کا جواب ہی کیا، باسکون مشغولی۔ [۱]

عرض......بجائے علمی جذبہ کے اس وقت عملی جذبہ ہے، جس میں بہت وقت خرچ ہوتا ہے جبکہ گذشتہ سال عملی جذبہ مغلوب، ڈھیلا اور علمی جذبہ غالب تھا لیکن ساتھ ہی خیال آتا ہے کہ نفلی عبادات کی کثرت مضر ہے کہ علمی مشغولی میں خلل آتا ہے، کیا یہ شیطانی کید تو نہیں، مگر یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر ابھی سے نفلی عبادات کی عادت نہ ہوئی تو پھر آگے چل کر پریشانی ہوگی، اس لئے اسی وقت ملکہ ورسوخ فی العبادات ہو جانا چاہئے کیا یہ مناسب ہے؟

ارشاد......یہ نوافل تکثیر میں داخل نہیں، چاشت، اشراق کے ساتھ، تہجد اور نمازوں کے ساتھ جو نفلیں ہیں، ظہر میں دو نفل، قبل عصر چار نفل، مغرب میں دو نفل عشاء میں قبل فرض چار، بیچ میں دو نفل، آخر میں دو نفل، لیکن یہ نفلیں نماز والی یا بلا نماز والی واقعۃً درس میں مطالعہ اور تکثیرِ مطالعۂ مختلف کتبِ افتاء میں حارج ہوں تو ترک کر دیا کریں، مطالعہ خود عبادت ہے۔

---

[۱] ایک تو خود غیر جوابی خط کا جواب دینا ضابطہ کی رُو سے لازم نہیں، اوپر سے طالبِ علمانہ مشغولیات کے ہونے کی صورت میں خط وکتابت کا مشغلہ تعلیم کی ضروری شرط ''یکسوئی'' میں بھی خلل انداز ہوتا ہے، اس لئے حضرت والا نے ان دونوں اُمور کی نشاندھی مختصر دو جملوں میں فرما دی۔

Idara Ghufran

انتباہ: نفلوں میں ذوق کا ہونا کل جدید لذیذ اور بعد فرض وہ جدید انس ہے۔ [۱]

عرض...... احقر کا بحمد اللہ تعالیٰ کافی روز سے تنہاء اور یکسو ہو کر بعد عصر تفریح اور مشی کے لئے جنگل میں جانے کا معمول ہے، مطالعہ کے لئے کوئی کتاب بھی ساتھ ہوتی ہے، بعض اوقات جاتے وقت کوئی دوسرے طالب علم ساتھ چلنے کی فرمائش کرتے ہیں لیکن احقر عذر کر دیتا ہے۔ احقر کو جنگل سے بہت زیادہ اُنس ہے، کثرت سے جنگل میں جانے کو دل چاہتا ہے، نیز جنگل میں بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھنا بہت عجیب لگتا ہے، خصوصاً جبکہ بادل بھی ہوتے ہیں تو بہت فرحت محسوس ہوتی ہے، کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وھاں پر بہت عمدہ وعالیشان عمارت ہے، ایسا دل چاہتا ہے کہ وھاں اُڑ کر جا پہنچوں، کبھی جنگل کا گھاس جاندار چیز یا انسانوں کے مشابہ لگتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حشر کے میدان میں پہنچ گیا ہوں اور جب سورج غروب ہونے کا وقت قریب ہوتا ہے تو خاص دلجوئی ہوتی ہے، سورج سے نظر ہٹانے کو دل نہیں چاہتا، کھڑے کھڑے ٹکٹکی باندھے کافی وقت گزر جاتا ہے اور جب غروب بالکل قریب ہو جاتا ہے تو نماز کے لئے جھٹ پٹ دوڑتا ہوں، اس وقت دل میں دھڑکن اور بدن پر ایک خاص قسم کی وحشت ہوتی ہے، کچھ سمجھ نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے؟

ارشاد...... کیا نہیں معلوم کہ صحت کا لحاظ شرعاً فرض ہے پھر بار بار مصنوعات پر نظر اور دیر تک کہ نماز کے لئے دوڑنا پڑے، تکان کا ہونا، دھڑکن ہونا، خشوع کا نہ رہنا۔ [۲]

عرض...... مستقبل کے بارے میں کبھی ایسے خیالات بھی آتے ہیں کہ آئندہ چل کر فارغ ہو کر ایسا ایسا کروں گا، اس طرح کا مدرسہ قائم ہوگا اور اس طرح اس کا نظم وضبط ہوگا، یہ خیالات اختیاری ہوتے ہیں اور کبھی غیر اختیاری ہوتے ہیں، مگر توجہ اختیاری ہو جاتی ہے آیا یہ خلافِ خشوع تو نہیں؟

---

[۱] مذکورہ نوافل اور غیر مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی کا عام حالات میں اہتمام کرنے کے ساتھ حضرت والا نے یہ شرط لگائی کہ اگر کسی وقت واقعۃً درس اور مطالعۂ کتبِ متعلقہ اسباق وافتاء میں مخل ہوں تو ان کو ترک کر دیا کریں اور ایسے وقت مطالعہ کی عبادت میں مصروف رہا کریں۔ واقعۃً کی قید طالبِ علم کے نفسانی وشیطانی کید سے حفاظت کے لئے ہے، کیونکہ طالبِ علم بعض اوقات غیر واقعی مشغولی ومصروفیت کو عذر خیال کر بیٹھتا ہے۔ بوجہ مصروفیت حضرت رحمہ اللہ چاشت کی نماز اشراق کے بعد جگہ کی تبدیلی یا درمیان میں دعا کے فاصلہ سے پڑھ لیا کرتے تھے، اور دوسرے مصروف حضرات کے لئے بھی یہ طریقہ تجویز فرما دیا کرتے تھے۔

[۲] سالک کو سلوک کے دوران مختلف احوال وکیفیات سے واسطہ پڑتا ہے، لیکن ایک تو یہ احوال وکیفیات غیر اختیاری ہوتے ہیں، دوسرے یہ مقصود ومطلوب بھی نہیں بلکہ مقصود اعمال ہیں، اس لئے ان احوال وکیفیات کی طرف غیر معمولی توجہ کرنے سے اصل مقصد سے سالک ہٹ جاتا ہے۔ اور بعض اوقات ان احوال وکیفیات میں انہاک عقل میں فتور اور دماغ میں خشکی کا باعث بن جاتا ہے، ایسے وقت کامل رہبر کے بغیر اس خار دار وادی سے دامن بچا کر نکلنا آسان کام نہیں ہوتا۔

Idara Ghufran

ارشاد......کیا ظاہری بات بھی مشورہ طلب ہے، **بطلبِ حصولِ علم ، بتعمق.** [۱]

عرض......احقر کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ احقر ابھی تک بہت سے امراضِ باطنی سے لبریز ہے، آپ والا جو بھی احقر میں نقص وکوتاہی دیکھیں برسرِ جلوت مرغا بنوادیا کریں، احقر کے کان مروڑ دیا کریں، تاکہ نفس کو سزا ملے اور تنبیہ ہو۔

ارشاد......اس کے لئے تیاری فکرِ خاص کی دلیل ہے، ایسے (اہلِ) طبع کے لئے یاددھیانی بس ہے۔

عرض......''شریعت وتصوف'' کتاب میں سلوک الی اللہ کے طرقِ ثلاثہ یعنی کلمہ طیبہ، تلاوتِ کلامِ پاک، نماز مذکور ہیں، کیا احقر کلمہ طیبہ اور ذکر اللہ بھی محدود مقدار سے شروع کر دے؟ [۲]

ارشاد......ضرور اس طرح کہ تعلیم میں، مطالعہ میں حرج نہ ہو، اصل وقت تہجد اور جس وقت بھی دِل بذوق چلے۔

عرض......کیا احقر مناجاتِ مقبول کے ساتھ حزبُ البحر پڑھ لیا کرے۔

ارشاد......بہتر ہے۔ [۳] (جاری ہے............)

---

[۱] حضرت والا نے اس جملہ کے ذریعہ سے ہدایت اور تنبیہ دونوں فرمادیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مستقبل کے بارے میں تصورات وخیالات کے ذریعہ اُدھیڑ بُن میں لگ کر وقت خرچ کرنا درست نہیں، خصوصاً جبکہ حصولِ علم کی گہرائی کے ساتھ طلب ہو تو ان مستقبل کے فکر وافکار کا طالبِ علم کے پاس وقت کہاں؟

[۲] شریعت وتصوف نامی یہ کتاب حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ ہی کی تصنیف ہے، جس میں تصوف وطریقت کے موضوع پر ایک جامع اور مختصر ذخیرہ موجود ہے، احقر نے اس کا مطالعہ حضرت والا رحمہ اللہ کے حکم سے شروع کیا تھا، شریعت وتصوف کے بعد حضرت نے بڑے حضرت یعنی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ''شریعت وطریقت'' کا مطالعہ تجویز فرمایا ''شریعت وطریقت'' نامی کتاب دراصل حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سینکڑوں کتب میں پھیلے ہوئے جواہر پاروں کو جمع کر کے مولوی محمد دین اشرفی صاحب رحمہ اللہ نے اس انداز میں ترتیب دی ہے کہ اس کے انداز سے ظاہر ومحسوس ہوتا ہے کہ یہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اپنے ہاتھ سے ترتیب شدہ تالیف ہے، اللہ تعالیٰ مولوی محمد دین صاحب رحمہ اللہ کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں، مولوی محمد دین صاحب رحمہ اللہ ایک گمنام اللہ والی شخصیت کے مالک تھے، اور کوہاٹی بازار راولپنڈی میں رہائش پذیر تھے۔ ایک عرصہ تک مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں احقر کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے رہے، اور بندہ کا تاحیات ان کے ساتھ نیاز مندانہ تعلق رہا۔

[۳] وظائف کی اجازت حضراتِ مشائخ سے حاصل کرنا کئی وجہ سے برکت کا باعث ہے (ملاحظہ ہو: تمہیدی کلمات، حزبُ البحر، درذیلِ عنوان: ''بیانِ اجازت'') حضرت والا کی طرف سے مناجاتِ مقبول اور حزبُ البحر کی اجازت کا حاصل ہونا بندہ کے لئے سعادت ہے، فللّٰہِ الحمد والشکر۔ اللہ تعالیٰ قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ دینی نصاب کا عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے

ہر زمانے میں مسلمانوں کے لئے تعلیمی نصاب ایسا تجویز کیا جاتا رہا ہے، جو دینی وعصری تقاضوں کو بیک وقت پورا کرتا ہو، دینی وعصری نصابوں میں تقسیم وتفریق کی اسلامی دور میں آج کل کی طرح روایت نہیں ملتی، اسی لئے ہر دور میں اس دور کے جائز ومفید علوم وفنون کو نصاب کا حصہ سمجھا جاتا رہا ہے، اور آج بھی ہمارے دینی مدارس کے درسِ نظامی میں بہت سے ایسے علوم آلیہ موجود ہیں، جن کی وضع وایجاد بحیثیتِ دین نہ ہوئی تھی اور نہ ہی ان سب علوم کے موجد علماء وصلحاء تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے، جو اس دور کے علماء وفقہاء اور بطورِ خاص دینی مدارس کے نصاب میں ترمیم کا حق رکھنے والے اہلِ حل وعقد کی رہنمائی کے لئے کافی وافی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”درسِ نظامی کے ابتدائی عہد میں جو فارسی زبان اور علوم منطق، فلسفہ، ریاضی، حساب وغیرہ کو اعلیٰ پیمانہ پر رکھا گیا تھا، یہ تو ظاہر ہے کہ یہ فنون ہمارے دینی علوم نہ تھے، نہ قرآن وسنت اور علومِ دینیہ کا سمجھنا فی نفسہٖ ان پر موقوف تھا، سکندر لودھی کے زمانہ سے پہلے ان میں سے بعض چیزوں کا تو رواج ہی نہ تھا، اور ریاضی حساب وغیرہ جو رائج تھے وہ بھی اس لئے نہیں کہ قرآن وسنت یا دین کا سمجھنا ان پر موقوف تھا، بلکہ صرف اس لئے کہ ایک عالمِ دین ملکی، سیاسی ودفتری معلومات میں بھی قابل وماہر تعلیم یافتہ انسان سمجھا جائے، فارسی زبان ظاہر ہے کہ قرآن وسنت کی زبان نہ تھی، مگر سلطنت کی دفتری زبان بن گئی تھی، اس لئے تمام علمائے عصر اس میں بھی وہ مہارت پیدا کرتے تھے کہ اس میدان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نظر نہ آئیں، اور اسی وجہ سے اس درس کا فاضل حکومت میں بھی ہر عہدہ ومنصب کا قابل سمجھا جاتا تھا۔

تعلیم میں علومِ دینیہ اور دنیویہ کی کوئی تفریق نہ تھی، یہ تفریق صرف انگریزی عہد کے آثارِ باقیہ میں سے ہے کہ حکومت سے مایوس ہوکر علماء کو دینی علوم کی حفاظت کے لئے جداگانہ نظام بنانا پڑا، جس کے نتیجہ میں دیوبند اور اس کے ملحقہ مدارس قائم ہوئے۔

یہ بات قابلِ نظر ہے کہ ایک اسلامی حکومت میں دوری اور تفریق کیوں پیدا ہوئی، لیکن یہ بھی

ظاہر ہے کہ وہ درسِ نظامی جواب تک ہمارے مدارس میں رائج ہے، علومِ دینیہ کی حفاظت واشاعت کے لئے تو بلاشبہ کافی ہے مگر ملکی، دفتری ضروریات آج بالکل بدلی ہوئی ہیں ان میں ہماری قدیم منطق وفلسفہ اور قدیم ریاضی اور فارسی زبان کام نہیں دیتی، آج فارسی زبان کی جگہ انگریزی نے لے لی ہے اور قدیم معقولات کی جگہ نئی سائنس اور فلسفہ نے نیز دوسرے علومِ جدیدہ نے لے لی ہے، اگر ہمارے متقدمین پہلے زمانہ کی ضروریات کے پیشِ نظر فارسی زبان کو اپنا سکتے ہیں، یونانی منطق وفلسفہ اور ریاضی کی تعلیم کو نصاب کا ایک بڑا اجزو بنا سکتے ہیں تو ان کا اتباع آج اس میں نہیں کہ ہم اس وقت بھی وہی منسوخ شدہ سکّے لے کر بازاروں میں پھریں، بلکہ وقت کی ضروریات کے مطابق انگریزی زبان اور فنونِ جدیدہ کو پڑھنا پڑھانا وہی درجہ رکھے گا جو اس زمانہ میں فارسی زبان اور یونانی فلسفہ کا مقام تھا، اگر آج اس حقیقت کو سمجھ کر ہمارے علماء فارسی زبان کی جگہ انگریزی کو اور یونانی فلسفہ کی جگہ جدید سائنس اور فلسفہ کو دے دیں تو اس میں نہ علومِ دینیہ کی تعلیم میں کوئی غلط تصرف ہے اور نہ یہ اسوۂ اسلاف ہی سے مختلف ہے، البتہ یہ بات مسلّم ہے کہ آج فارسی زبان اور قدیم منطق وفلسفہ کو یکسر چھوڑ بیٹھنا بھی ہمارے لئے بہت سے علمی ذخائر سے محرومی کا سبب بن سکتا ہے، کیونکہ بہت سے علوم وفنون اور بہترین تصانیف فارسی زبان میں ہیں اور چونکہ یونانی منطق وفلسفہ کی اصطلاحات اور ان کی تحقیقات علمِ دین کے پڑھنے پڑھانے والوں کی زبان پر چھائی ہوئی تھیں تو ان کی تصانیف میں بھی وہی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں، آج ان کی بہت سی تصانیف بھی قدیم منطق وفلسفہ کے جانے بغیر نہیں سمجھی جاسکتیں، اس لئے ہم پر دوہرا بوجھ پڑ گیا کہ فارسی زبان اور قدیم منطق وفلسفہ کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں باقی رکھیں اور جدید فنونِ عصریہ اور مروّجہ زبان بھی سیکھیں۔

ہم سے پہلے مسلمانوں نے وقت کی ضرورت سمجھ کر قدیم فلسفہ اور منطق، ریاضی وغیرہ اور فارسی زبان کو اپنایا، اس کا تجربہ تو یہ ہوا کہ اس زبان اور فنون نے مسلمانوں کے عقائد، اعمال، اخلاق، معاشرت پر کوئی غلط اثر نہیں ڈالا بلکہ ان میں جو غلط اور مضر اثرات تھے ان کی بھی اصلاح ہوتی چلی گئی، فارسی زبان عربی کے بعد دوسری اسلامی زبان بن گئی، یونانی فلسفہ

اور منطق ریاضی وغیرہ اسلامی علوم کا ضمیمہ بن گئے، مگر انگریزی زبان اور اس کے ذریعہ آئے ہوئے علوم وفنون کا معاملہ اس کے بالکل مختلف نظر آیا، وقت کی ضرورت دیکھ کر ملک کے کئی اداروں نے قدیم علومِ اسلامیہ کے ساتھ انگریزی اور علومِ عصریہ کا امتزاج کیا، مگر کہیں تو یہ کام چلا ہی نہیں اور کسی جگہ چلا تو اس طرح چلا کہ وہاں کے طلبہ میں علومِ عصریہ اور انگریزی زبان سے تو کچھ واقفیت پیدا ہوگئی، لیکن اسلامی علوم میں مہارت کا فقدان ہی محسوس ہوتا رہا، اس کے علاوہ ان طلبا کے عقائد واعمال ومعاشرت پر بھی مغربیت غالب آ گئی، جس نے اسلامی تعلیم کا مقصد ہی فوت کر دیا، اس طرح کے تجربات دیکھ کر بہت سے محتاط حضرات نے انگریزی زبان اور اس کے فنون ترک کر دینے ہی کو ''سلامت بر کنار است'' قرار دے دیا، لیکن ضرورت اس کی تھی کہ حالات اور معاملات کا تجربہ کر کے دیکھا جاتا کہ قدیم علومِ فلسفیہ اور فارسی زبان کیوں ہمارے اعمال واخلاق پر اثر انداز نہیں ہوئی، اور انگریزی زبان اور موجودہ فنونِ عصریہ کیوں ہمارے عقائد سے لے کر اعمال واخلاق تک سب کو یورپ کا تابع بنا دیتے ہیں، اس تجزیہ سے جو اسباب مضرت کے ثابت ہوتے ان سے اجتناب کیا جاتا، اور جو مفید کام ہیں ان کو سرے سے نظر انداز نہ کیا جاتا۔

معمولی غور وفکر سے فرق کی دو وجوہ سمجھ میں آتی ہیں، ایک یہ کہ فارسی زبان اور یونانی علوم کو ہم نے اس حال میں لیا جب کہ دنیا پر غالب حکومت ہماری تھی، ہمارے ذہن دوسروں سے مرعوب ومغلوب نہ تھے، ان تمام چیزوں کو وقت کی ضرورت سمجھ کر لیا، اور اپنے عقائد اور تعلیمات کا تابع بنا کر رکھا، اصل علومِ دینیہ پر برتری اور تفوق کا وسوسہ بھی کسی کو نہ آتا تھا۔

دوسرے یہ کہ تعلیم دینے والے ان فنون کے بھی وہی حضرات تھے جو علومِ کتاب وسنت کے ماہر عقائد میں پختہ، تقویٰ وطہارت، عبادت وزہادت سے آراستہ تھے، ان کی صحبت اور تعلیم نے طلبہ کو ان عجمی اثرات سے محفوظ رکھا، جو ہر فن اور ہر زبان کے ساتھ طبعی طور پر آیا کرتے تھے، اس کے برعکس ہم نے انگریزی زبان اور اس میں آئے ہوئے علوم فنون کو ایسے زمانہ میں لیا جب کہ دنیا کی حکومت وقیادت انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی، جن کی طرف سے یہ زبان اور فنون آئے تھے، ہم نے اس کو اپنے آقاؤں کی زبان اور ان کا دیا ہوا تحفہ سمجھ کر

احساسِ کمتری کے ساتھ قبول کیا، انگریزی حرف لکھنے پڑھنے اور بولنے میں اپنی عزت اور فخر محسوس کیا، ان فنون کے جاننے کو ہی ایسا سرمایۂ سعادت سمجھا کہ اپنے علوم وفنون سے یکسر غافل وجاہل ہوتے چلے گئے۔

دوسری طرف اس زبان اور فنون کی تعلیم کے اساتذہ بھی ہمیں یورپ ہی سے درآمد کرنے پڑے، اپنے استادوں کے عقائد، اعمال، اخلاق، معاشرت سب ہی سے متاثر ہونا ایک فطری امر تھا، جو پیش آکر رہا، اور جب مسلمانوں میں اپنی بدنصیبی سے اس زبان اور فنونِ جدیدہ کی ترقی کا وقت آیا تو یہ محسوس ہوا کہ وہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھے، نہ ان کو اپنے اصلی علوم کتاب وسنت سے کوئی حق واسطہ رہا نہ اسلامی عقائد وعبادات اور اخلاق ومعاشرت سے کوئی تعلق رہا۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے انگریزی زبان اور فنونِ جدیدہ نے ہمیں اور چاہے کچھ بھی بنا دیا ہو مگر مسلمان نہیں بننے دیا۔ میری نظر میں اگر دونوں مضر اسباب سے مکمل پرہیز کرتے ہوئے انگریزی زبان اور عصری علوم وفنون کو پوری کوشش اور توجہ سے حاصل کیا جائے تو وہ پچھلے فلسفہ اور منطق سے زیادہ اسلامی عقائد اور اسلامی علوم کے خادم نظر آئیں گے۔

ضرورت اس کی ہے کہ اصل کو اصل سمجھا جائے اور تابع کو تابع، اور تابع کو اس کے اپنے درجہ سے نہ بڑھنے دیا جائے، اس کے حاصل کرنے کو دنیا کی ضرورت سمجھا جائے، سرمایہ فخر وغرور نہ بنایا جائے، نیز علوم کے حاصل کرنے کے لئے اساتذہ ایسے مہیا کئے جائیں، جو اپنے عقائد، کردار، معاشرت اور عبادت وخدا ترسی کی رو سے پکے مسلمان اور اسلامی تعلیمات کے معلم ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں، تو پھر نہ انگریزی زبان میں کوئی زہر ہے نہ فلسفۂ جدیدہ اور سائنس جدید میں۔

اس وقت اس موضوع پر کوئی مستقل اور مکمل تصنیف کرنا مقصد نہیں، وقتی طور پر عاجلانہ انداز میں جو کچھ سامنے آیا، حوالہ قلم کیا گیا ہے'' (مجالسِ مفتی اعظم ص ۵۷۵ تا ص ۵۷۹)

جدید سائنس، فلکیاتِ جدیدہ، ومعاشیاتِ جدیدہ وغیرہ جیسے علوم کی اصلاحات کے بعد درسِ نظامی کا حصہ بنانے پر امید ہے کہ اہلِ علم حضرات ضرور متوجہ ہونگے۔

علم کے مینار :مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ......(قسط۱۰)

اکبری عہد اور میر فتح اللہ شیرازی

اکبر اور اس کے حواریوں کے الحاد اور وسیع المشربی سے اکبری سلطنت دینی قلابازیوں کا اکھاڑہ بنی ہوئی تھی اور دربارِ اکبری میں فلسفہ اور حکمت وغیرہ عقلی فنون کا بازار گرم تھا، اس زمانہ میں شیراز (ایران) میں ایک فلسفی ومعقولی غیاث منصور کی خوب شہرت تھی اور اس کی فلسفیانہ شان کے قصیدے ہندوستان تک زبان زد عام ہورہے تھے، اکبر کے کانوں میں بھی اس کی شہرت وکمال کی گونج پہنچی، بدایونی مورخ نے اس فلسفی کی شان یوں بیان کی ہے ''بہ نماز وعبادات دیگر چندانے مقید نیست (بحوالہ نظامِ تعلیم ۱۹۷)'' کہ نماز روزے وغیرہ دینی مشاغل سے کوئی دلچسپی نہ رکھتا تھا، اکبر کے دربار کا جو رنگ تھا، اس میں ایسے ہی لوگوں سے مزید نکھار آسکتا تھا، اسلئے اس قبیل کے آزاد منش ماہرینِ علوم وفنون کی تلاش رہتی تھی اور ان کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا تھا، اس غیاث منصور کے ایک مایہ ناز شاگرد میر فتح اللہ شیرازی شاید از خود اس زمانے میں ہندوستان آئے ہوئے تھے، یا ایران سے ہی ان کو بلایا گیا، بہرحال اکبر نے اس ایرانی فاضل کو جو مذہباً رافضی وامامی تھا [1] ہاتھوں ہاتھ لیا، دربارِ اکبری سے اسے امین الملک اور عضد الدولہ کے خطابات عطا ہوئے، لیکن تعجب ہے کہ وہی اکبر جس نے دین بیزاری اور وسیع المشربی (آج کی رائج اصطلاح میں روشن خیالی، اعتدال پسندی، جدت پسندی وغیرہ) کو اپنے دربار کا دین ومذہب اور قبلہ وکعبہ بنایا تھا، اس کا نامزد کیا ہوا یہ امین الملک اپنے امامی مذہب میں متصلب ومتعصب تھا، سرِ دربار رافضی طریقہ پر بفراغ خاطر بخشوعِ قلب نماز پڑھا کرتا تھا، اور اکبر کو اپنے اس عضد الدولہ کی طیبِ خاطر کے لئے یہ سب گوارا

---

[1] ہندوستان میں شیعی اثرات اور ایرانی عمل دخل ہمایوں (اکبر کے والد) کے دور میں سے پیدا ہونا شروع ہوا، جب ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران میں پناہ گزین ہوا اور پھر ایران کی رافضی حکومت کے تعاون سے دوبارہ ہندوستان آیا اور اپنی کھوئی ہوئی حکومت واپس حاصل کی۔ فلسفہ ومنطق وغیرہ عقلی علوم سے شیعوں کو بہت اعتنا اور دلچسپی تھی بڑے بڑے فلسفی اور معقولی عالم شیعہ ہوئے ہیں، جب ہندوستان میں مغلوں کے عہد میں شیعی اثرات پھیلے تو ان کے مذہب وعقیدے کے ساتھ ساتھ عقلی وفلسفی علوم اور تصنیفات کا گویا ایک سیلابی ریلا بھی ہندوستان کی طرف بہنا شروع ہوا۔

کرنا پڑتا تھا۔

بدایونی ہی کا بیان ہے:

''رواداری مذہب خود استقامت تمام ورزیدہ..........ودقیقہ از دقائق تعصب دردین فرونگذاشت..........درعین دیوان خانہ کہ ہیچ کس یارائے آں نداشت کہ علانیہ ادائے صلوٰۃ کند نماز بفراغ بال وجمعیت خاطر بمذھب امامیہ میگزارد'' (بحوالہ نظامِ تعلیم ص ۱۹۸)

بہر حال یہ واقعہ ہے کہ فلسفیانہ علوم اور دیگر عملی فنون وکمالات میں میر فتح اللہ شیرازی اپنے زمانے کی باکمال ہستی تھی اور اپنے کمالات اور عملی صلاحیتوں کی وجہ سے دربارِ اکبری میں قربت کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچا اور سب پر امتیاز اور سبقت حاصل کیا، میر موصوف کے علمی کارنامے اور درسی کمالات تو اپنی جگہ تھے ہی مزید برآں عملی اور انتظامی قابلیتیں اور سیاسی صلاحیتیں بھی اس پائے کی تھیں کہ ایک طرف تو فوجی وسیاسی لحاظ سے سہ ہزاری منصب تک پہنچا جو اس زمانے کی حکومتوں میں بہت اونچا منصب اور عہدہ تھا، دوسری طرف اکبر کی وزارتِ مالیات (فائنانس) کے اصل روح رواں اور راجہ ٹوڈرمل کو چلانے والے بھی یہی تھے، گوکہ تاریخ میں مشہور یہ ہوگیا کہ اکبر کے مالیاتی نظام (جو وقت کے لحاظ سے ایک جدید اور منظّم ومربوط نظام تھا، جس کے تحت پورے ملک کے زمینوں کی پیمائش کراکر پیداوار کے متعلق بہت ٹھوس اور مفید قواعد وضوابط طے ہوئے اور عمل میں آئے) کا سہرا راجہ ٹوڈرمل کے سر ہے لیکن اصل فارسی تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ ٹوڈرمل کا مالیاتی وزارت پر متمکن ہونے کی وجہ سے صرف نام مشہور ہوگیا ورنہ اصل یہ نظام شیرشاہ سوری سے چلا تھا، اور اکبر کے دور میں اس کے منظّم اجراء کے پیچھے میر فتح اللہ کی صلاحیتیں اور خدمات ہیں [1]، نیز ٹوڈرمل کی بے جا شہرت کے پیچھے اکبر کی ہندو نواز پالیسی بھی کارفرما تھی، بدایونی میر موصوف کا نظامِ مالیات میں ٹوڈرمل کے ساتھ شریک ہونے کی یوں خبر دیتے ہیں:

''درمنصب وزارت باراجہ ٹوڈرمل شریک ساختند امادلیرانہ درکاروبار باراجہ درآمدہ دار ومدارے می نمود'' (ص ۱۶ بحوالہ نظامِ تعلیم ج ۱ ص ۱۹۹)

ہندوستان میں عقلی اور فلسفیانہ علوم کا طوفان

میر فتح اللہ ہندوستان میں اکبر کی عظیم سلطنت میں صاحبِ اقتدار کیا ہوئے کہ ایران وخراسان کے متاخرین

[1] راجہ ٹوڈرمل کے متعلق اس تاریخی مغالطے کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، تاریخِ ملت ج ۳ ص ۶۷۳۔

فلاسفہ ومناطقہ اور دیگر مصنفین کی تصنیفات کی ہندوستان میں بھر مار ہوگئی، اور ملک کے اطراف وجوانب میں پہنچ کر درسیات میں شامل ہوتی گئیں، اور نصاب کا لازمی جز بنتی چلی گئیں، غلام علی آزاد بلگرامی رحمہ اللہ خبر دیتے ہیں:

''تصانیف علمائے متاخرین ولایت ایران وخراسان وغیرہ، مثل محقق دوانی ومیر صدرالدین ومیر غیاث منصور ومرزاجان میر فتح اللہ شیرازی در ہندوستان آورد'' (بحوالہ نظامِ تعلیم ج ا ص ۱۹۹)

''کہ میر صاحب ایران وخراسان کے علمائے متاخرین مثلاً محقق دوانی، میر صدرالدین، میر غیاث منصور اور میرزاجان کی تصنیفات ہندوستان لائے۔ اور آگے یہ بھی لکھا ہے ''درحلقہ درس انداخت'' کہ نصاب درس میں ان کتب کو شامل کردیا''

مولانا گیلانی لکھتے ہیں:

''ایران سے عقلیت کے جس طوفان کو میر فتح اللہ ہندوستان لائے اسے سلطنت کی پشت پناہی ہی حاصل نہ تھی بلکہ حکومت کے وزراء وامراء کے گھر گھر میں ایک ایک بچہ کو میر صاحب یہ شیرازی شراب پورے انہماک وتوجہ سے پلا رہے تھے، یقیناً اسی زمانہ میں ''شرح تجرید قوشجی'' کے حواشی قدیمہ وجدیدہ کا رواج اس ملک کے اربابِ تعلیم میں ہوا اور اسی زمانہ میں مرزاجان کے حواشی محاکمات وعضدیہ وقدیمہ وغیرہ نے یہاں مقبولیت حاصل کی'' (نظامِ تعلیم ج ا ص ۲۰۲)

اس طرح شرح حکمت العین اور حکمت الاشراق جیسی معرکۃ الاٰراء فلسفیانہ کتب کا تذکرہ بھی میر صاحب کی بعض تحریروں میں ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کا بھی یہاں عام چرچا ہوگیا تھا، اکبر ہی کے زمانے میں قاضی نوراللہ سوشتری بھی ہندوستان وارد ہوا، جو بہت بڑا ایرانی فاضل اور رافضی مجتہد تھا، علومِ عقلیہ میں اس کا پایہ بھی بہت اونچا ہے، [۱] اس طرح جلال الدین دوانی [۲] کے خاندان کے

---

[۱] نوراللہ شوستری اکبر کے عہد میں تقیہ کرکے لاہور کے قضا کے منصب پر فائز ہوا، جہانگیر کے زمانہ میں اس کے دھوکہ دہی کا راز کھلا اور اس کی اصلیت کا پتہ چلا جہانگیر نے اس کو سزا دلوائی تھی، نورجہاں سزا میں حائل بننے لگی تو جہانگیر نے یہ ایمان افروز جملہ کہا ''جاناں تراجاں دادہ ام ایمان نہ دادہ ام'' شیعہ شہید ثالث اسی قاضی نوراللہ شوستری کو کہتے ہیں۔

[۲] جلال الدین دوانی نے شرح تجرید قوشجی پر حاشیہ لکھا تھا دوانی کے اس حاشیہ کے مقابلے میں ان کے معاصر امیر صدرالدین نے بھی شرح تجرید پر حاشیہ لکھا، دوانی نے پھر اس کا جواب لکھا، پھر صدرالدین نے اس جواب کا جواب لکھا، اس پر دوانی نے بھی جواب الجواب لکھا، اس طرح دوانی کے تین حاشیے ہوگئے، جو قدیم درسیات میں مدتوں تک شامل رہے، اور قدیم جدید اجد کہلاتے تھے، پھر اس پر مرزاجان کے حواشی ہیں ان حواشی میں عقلی موشگافیوں کے خزانے بھرے ہوئے ہیں، دوانی کی دو کتابیں ملا جلال اور عقائدِ جلالی درسیات میں ابھی پچھلی صدی تک شامل رہی ہیں۔

ایک بہت بڑے فاضل بھی اس عہد میں ہندوستان آئے اور عین الملک کا خطاب پایا۔

میر فتح اللہ کے بعد ایک مشہور فاضل اور لائق معقولی فلسفی مدرس حکیم کامران [1] ہوئے ہیں، باقی علوم کے علاوہ عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں تک سے اس نے ان کے علوم سیکھے تھے، دبستان المذاہب میں کامران کی درسیات کی ترتیب میں درج ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں، صرف ونحو کے بعد منطق میں قطبی، طبیعات میں میبذی (شرح ہدایۃ الحکمۃ) اس کے بعد امورِ عامہ، شرح حکمۃ العین، اس کے بعد شرح تجرید مع حواشی جدیدہ قدیمہ اجد (دوانی کے) اس کے بعد طبیعات میں شرح اشارات اور الٰہیات میں شفا (ابنِ سینا) کی تعلیم ہوتی تھی۔

اسی طرح اس عہد میں گجرات کے شیخ وجیہہ الدین بہت بڑے فاضل اور مدرس عالم تھے، اس دور کے نصاب پر ان کے بھی گہرے اثرات ہیں، یہ بزرگ محقق دوانی کے بیک واسطہ شاگرد تھے، انہوں نے متاخرین کی کتابوں کو رواج دینے میں اوروں پر سبقت پائی۔

ان کے طریقہ تدریس وترتیبِ درس اور نصاب کو قاضی ضیاء الدین گجرات سے وسطی ہند لے کر آئے، ان سے شیخ جمال نے کسبِ فیض کیا، اور پھر شیخ جمال سے یہ تعلیمی سلسلہ بہت دور دور تک پھیلا، شیخ جمال کے شاگردوں میں ملا لطف اللہ ممتاز تھے، ملا لطف اللہ کے شاگرد ملا جیون (صاحبِ نور الانوار اور سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کے استاد) ملا علی اصغر، قاضی علیم اللہ اور ملا محمد زمان وغیرہم تھے، جن سے اس تعلیم کا سلسلہ فیض خوب پھیلا، دوسری طرف میر فتح اللہ کے بعد ان کا سلسلہ درس بھی خوب پھلتا پھولتا اور پھیلتا رہا اور معقولات فلسفہ ومنطق، ریاضی، ہندسہ اور ہیئت وغیرہ میں نئی نئی ندرتیں سامنے آتی رہیں اور کتب کا اضافہ ہوتا رہا۔ (جاری ہے......)

---

[1] حکیم کامران کا سن وفات دبستان المذاہب میں ۱۰۵۰ھ لکھا ہے جو شاہجہان کا عہد ہے یہ بظاہر لا مذہب فلسفی تھا، فلسفہ مشائیین کا پیرو تھا، مولانا گیلانی نے اس کے پارسی النسل ہونے کا احتمال ظاہر کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام کو یہ بے دین فلسفی جادوگر، عیسیٰ علیہ السلام کو طبیب اور ہمارے آقا ﷺ کو ملک الشعرائے عرب کہتا تھا (نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات) ہندوؤں کے کرشن جی کو تو کچھ اور ہی کہتا تھا جو نا قابلِ بیان ہے، ابنِ سینا کی شفا (الٰہیات) ارسطو کی اثولوجیا کی قرأت میں مشغول رہتا تھا، مرنے کے وقت واجب الوجود، عقول، کواکب نفوس کا ورد زبان پر تھا، وصیت یہ تھی کہ قبر میں میرا سر مشرق کو اور پاؤں مغرب کو کئے جائیں، کہ ارسطو وافلاطون چنیں خوابیدہ (نظامِ تعلیم حاشیہ ج ۱ ص ۲۰۴)

یا اعجباً لمنطق الیونان

کم فیہ من افک ومن بھتان

تذکرۂ اولیاء

مولانا محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط ۶)

تصوف کا ادارہ خیرالقرون میں

پیچھے شریعت کے احکام کی ترتیب اور پھر بعد کے زمانوں میں انتظامی سہولت کے لئے ان کی مرحلہ وار تقسیم کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا وہ اگر ذہن میں رہے تو اس سے یہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ خیرالقرون کا زمانہ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینِ کرام اور تبع تابعین کے ادوار میں پھیلا ہوا ہے، اس میں تصوف کی حقیقت تو ضرور موجود تھی لیکن وہ انتظامی حدود وقیود اور فنی اصطلاحات موجود نہ تھیں جو بعد میں بتدریج مصلحتاً وتعلیماً وجود میں آئیں۔ اس زمانہ میں خیر غالب تھی پورا اسلامی معاشرہ نیکی اور دینداری کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، شریعت کے مقاصد اور دین کے احکام کا شعور عام تھا، ہمتیں بلند تھیں، جذبے جوان تھے، دلوں کی انگیٹھیاں محبت ومعرفت کی آنچ سے آتش بجاں تھیں، تقویٰ وطہارت اور اخلاص وللّٰہیت نے گھر گھر ڈیرا ڈالا ہوا تھا، دین کی نشر واشاعت اور اسلام کی سربلندی زندگی کا بڑا مقصد تھی، کسی منکر اور خلافِ شرع بات کا ارتکاب معاشرتی سطح پر اتنا بڑا پاپ تھا کہ منکر کا تنہائی میں بھی ارتکاب کرنے والے کو کئی بار سوچنا پڑتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟ [۱]

مسلمان معاشرہ عمومی طور پر انفرادی وشخصی زندگی میں بھی اور اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں بھی احساسِ ذمہ داری کا حامل تھا اور امتِ مسلمہ ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید میں اور نبی علیہ السلام کی احادیث میں ان

[۱] یہاں یہ ملحوظ رہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد اموی دور اور خلافتِ عباسیہ کا ابتدائی دور جو زمانہ خیرالقرون کے معاصر رہے، ان ادوار میں بہت دفعہ خلافت وحکومت کے ادارے میں جو اکھاڑ بچھاڑ ہوئی اور سیاسی اتار چڑھاؤ آتے رہے، جس میں خون خرابہ، بدعہدی اور ظلم وعدوان جیسی کئی خلافِ شرع چیزیں عام نظر آتی ہیں، اس کے اثرات کمیت وکیفیت دونوں اعتبار سے محدود ومخصوص تھے، جو کچھ اثرات اس کے پھیلے بھی وہ جغرافیائی ومعروضی تھے، امت کی غالب اکثریت اور سوادِ اعظم جو اہلِ سنت والجماعت سے عبارت ہے اس کی معاشرتی قدریں صحابہ، تابعین، تبع تابعین ان تینوں طبقوں کے زمانے میں اتنی ٹھوس، گہری اور مضبوط تھیں اور اہلِ علم وفضل کے اثرات اور ان کی سیرت وتقویٰ اور عزیمت کے نقوش ان معاشروں پر اتنے ٹھوس طریقے سے ثبت تھے کہ سیاسی ادارے میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والا یہ تموج، بھونچال اور بادصرصر کے تھپیڑے محض ایک وقتی حادثے کی طرح آکر گذر جاتے۔

کا جو فرضِ منصبی متعین کیا گیا تھا اور آخری آسمانی برحق دین کے حامل ہونے کی وجہ سے شارع کے ان سے جو مطالبات تھے اور اس آسمانی شریعت کے جو مقتضیات تھے ان کا وہ گہرا شعور رکھتے تھے، اور اسی پسِ منظر میں انہوں نے ترجیحات کی تعیین کر کے اپنی زندگی کو خیرالامم کے سانچے میں ڈھال لیا تھا، اس لئے دین کے ہر شعبے کا الگ الگ رنگ بھی خیرالقرون کے معاشروں میں اسی طرح نمایاں تھا جس طرح دینِ اسلام کا مجموعی مزاج اور تمام شعبوں کے مجموعے کا امتزاج ان کے ایک ایک فرد کی ایک ایک اداء سے جھلکتا تھا، اور ایک ایک عمل میں چمکتا تھا، اور چونکہ تصوف ابھی باقاعدہ ایک فن اور مستقل اصلاحی شعبہ کی صورت میں تشکیل پذیر نہ ہوا تھا نہ اس کی الگ فنی اصطلاحات مرتب و مقرر ہوئی تھیں، نہ الگ سے کتبِ تصوف کی تدوین ہوئی تھی اور نہ ہی اس کا اس طرح نصاب و نظام وجود میں آیا تھا جو بعد کی صدیوں میں سلاسلِ اربعہ سہروردیہ، قادریہ، وغیرہ اور دیگر سلسلہ ہائے تصوف میں نظر آتا ہے (جس طرح کہ فقہ اور علمِ کلام میں بھی یہ ترتیب، تنظیم، تقسیم و تدوین بعد میں بتدریج ہوئی جیسے کہ پیچھے مختصراً ذکر ہوا ہے) لیکن تصوف کی روح اور حقیقت اول وہلے سے ہی موجود تھی اور اسلامی معاشرے میں سرایت کی ہوئی تھی۔ اصطلاحات تو محض تعلیم و تعریف کی آسانی کے لئے مقرر ہوئیں۔ اور مخصوص طریقہ کار انتظام کی سہولت کے لئے بعد میں آہستہ آہستہ وجود میں آیا ورنہ بعد کے ادوار میں بھی اہلِ حق صوفیاء کا مقصود تصوف کی وہی روح اور حقیقت ہی تھی جو زمانہ خیرالقرون سے ایک تسلسل کے ساتھ چلی آ رہی تھی، اور شریعت کے چشمہ صافی سے ماخوذ تھی، اگر یہ روح اور حقیقت ہاتھ نہ آئے تو محض اصطلاحاتِ فن اور رسمی ضابطوں میں کیا رکھا ہے؟

بدقسمتی سے بعد کے ادوار میں بہت کثرت سے نااہل اور ظاہر بین متصوفین اور جاہل و مبتدع نام نہاد صوفیوں کا بھی جب چور راستوں سے اس خالص اصلاحی شعبے میں داخلہ اور عمل دخل ہوا اور دین سے جاہل اور دنیا پرست عوام اور امراء نے انہی کو مقتدا و پیشوا بنالیا تو ان اغراض کے پجاریوں اور ہوا و ہوس کے بندوں اور نفس و شیطان کے اسیروں نے تصوف کو ایک کھیل بنا دیا، اور تصوف کی اصطلاحات کی آڑ لے کر اور مشائخ صوفیاء کی طرف جھوٹی نسبت کر کے شریعت پر بڑے ستم ڈھائے، احکامِ شروع کو بے وقعت اور بے حقیقت ٹھہرایا، محقق صوفیاء اور مشائخِ عظام کی کتابیں اس گندم نما جو فروش طبقے کی مذمت میں بھری پڑی ہیں، اور ان کے اقوال و ملفوظات اور وصایا و نصائح ان رہزنوں اور طریق کے ڈاکوؤں سے بیزاری

Idara Ghufran

کے متعلق اوران پرتنقید وتردید کے سلسلے میں بہت کثرت اورتواتر کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ [۱]

آمدم برسرِ مطلب

صحابہ وتابعین کے ادوار میں تصوف کے باب کی تعبیرہمیں زہد اورمحاسبۂ نفس کے عام اورجامع عنوانوں کے تحت ملتی ہے،اوران تینوں طبقوں کے عامۃ المسلمین عموماً اوراہلِ علم وفضل حضراتِ فقہاء، محدثین اورمفسرین خصوصاًاسی زہد کے رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں،ان کی سیرت وسوانح کے مطالعہ سے واضح نظر آتا ہے کہ یہی زہدان حضرات کے مزاج کاعمومی رنگ ہے،ان کے ذوق وترجیحات پراسی کی چھاپ لگی ہوئی ہے،ان کے اقوال وافعال اورعادات واطوارکی صدائے بازگشت میں اسی کی گونج سنائی دیتی ہے، یہ زہدکیاہے؟اس کوہم فقر سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں اس کی حقیقت دنیا سے بے رغبتی ہےاورنفس کے خواہشات کی قید سے آزاد ہوکرملکوتی شان کے ساتھ عبدیت وبندگی سے معمور زندگی گذارنا ہے،اور نفس کی نگرانی اوراس کا ہمہ وقتی محاسبہ کرتے رہنا ہے، یہی تصوف کی روح ہے،اوراس کا اصل مرکز قلب اوردل ہے،قلب جب سلیم ہوتا ہے توزہدوفقراس کا شعار ہوتا ہے، ہاں وہی قلب سلیم جوخداوندقدوس کی تجلیات کی جلوہ گاہ ہے،اورشریعت کومطلوب ہے،اورقرآن کی آواز ہے''اِلَّامن اتی اللہ بقلب سلیم ''(الآیۃ) کہ جواللہ تعالیٰ کے پاس قلبِ سلیم لےکرآئے۔خیرالقرون میں نبی علیہ السلام کےفیضِ صحبت سے صحابہ کواورصحابہ کے فیضان اورنفوسِ گرم کی تاثیر سے تابعین اورتبع تابعین کوقلبِ سلیم کی دولت عطا ہوئی تھی،اراس قلبِ سلیم میں زہدوفقرکی پونجی ان کا سرمایہ حیات تھا،اس زہد کی وجہ سے وہ فقیری میں بادشاہی اوربادشاہی میں فقیری کرتے تھے، بقول اقبالؒ ؎

آں مسلماناں کرمیری کردہ اند　　　درشہنشاہی فقیری کردہ اند

زہدکےمحرکات

زہدکامحرک بھی دیگرشرعی محرکات کی طرح قرآن مجید کی تعلیمات اورحضورنبی کریم ﷺ کاپوراطرزِ زندگی

[۱] ملاحظہ ہو:مولانا روم رحمہ اللہ کی مثنوی شریف،شیخ شہاب کی عوارف المعارف،امام غزالی رحمہ اللہ کی احیاء العلوم،کیمیائے سعادت،وغیرہ تصانیف،حضرت مجددالف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات کے دفاتر،حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی بدورالبازغۃ،تفہیماتِ الٰہیہ،اوردیگرکئی تصانیف حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات اورالتکشف ،التشرف وغیرہ کتب،سیدالطائفہ،شیخ جنید،شیخ بایزید بسطامی کے اقوال وملفوظات،ان سے تصوف کی اصلیت روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے،اورصاف نظر آتا ہے،کہ تصوف شریعت کے تابع ہےاورمقاصدِ شریعت ہی کاایک شعبہ ہے۔

آپ کا اندازِ تربیت اور احادیثِ مبارکہ کی شکل میں آپ کے ارشادات ہیں، مستشرقین اس باب میں بھی بہت دور کی کوڑی لائے ہیں وہ اسلامی معاشرے میں تصوف کے آغاز وشیوع کی کڑیاں کہیں مسیحی رہبانیت سے ملاتے نظر آتے ہیں ۱؎ اور کہیں یونانی نوافلاطونیت سے اور کہیں ہندی بدھ مت سے۔ یہ ان کا فریبِ نظر ہے، کیونکہ خود نبی علیہ السلام کے ارشادات میں رہبانیت کی نفی صراحۃً موجود ہے، آپ نے فرمایا''لا رھبانیة فی الاسلام'' اور قرآن مجید کی سورۃ حدید میں رھبانیت کے حوالے سے نصارٰی کی بے اعتدالیوں اور اس باب میں انجیل کی تعلیمات سے ہٹ کر ان کی خود ساختہ یہ روایت ڈالنے کا اور پھر اس کو نباہ نہ سکنے کا ذکر ہے، ۲؎ قرآن وحدیث کی ان تعلیمات کے سامنے ہوتے ہوئے مسلمانوں سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ زہد کی شاہراہ پر گامزن ہوں تو قرآن وسنت کی صاف شفاف تعلیمات اور ہدایات کو چھوڑ کر جہاں ''لیلھا کنھارھا'' کی شان پائی جاتی ہے اس باب میں گمراہ مسیحیوں کی ایک خود ساختہ بدعت اور ان کے کھوٹے سکوں پر فریفتہ ہو جائیں جس کی ایمان وعرفان کے بازار میں کوئی قدر وقیمت ہی نہیں؟ قرآن مجید میں ورع اور تقوٰی پر ابھارا گیا ہے، دنیا اور اس کی رنگینیوں کی بے ثباتی کا بہت موثر اور دلآویز نقشہ جا بجا کھینچا گیا ہے، اور گرد وپیش میں پھیلی ہوئی واقعاتی، کائناتی، مثالوں اور انسان کے رات دن کے مشاہدات کے تناظر میں دنیا کی حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے، اور ان رنگینیوں سے کنارہ کش رہنے کی تلقین کی گئی ہے، اور دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمتِ شان کو مختلف جہات سے سمجھایا گیا ہے، اور موت کے بعد کے حقائق اور آخرت وقیامت کے ہولناک واقعات کا جیتا جاگتا نقشہ کھینچا گیا ہے، ان حقائق کی ایسی موثر منظرکشی کی گئی ہے کہ جسم پر رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور دل لرز جاتے ہیں، اگر دل میں ایمان ویقین کی پونجی موجود ہو تو قرآن کے آئینے میں یہ کچھ ملاحظہ کرنے کے بعد دنیا کی کوئی وقعت اور اس کی رنگینیوں اور جولانیوں کی کوئی قدر وقیمت نگاہوں میں نہیں رہتی، اس ساری منظرکشی کے پہلو بہ پہلو قرآن نے مختلف عبادات نماز، روزہ، حج، قیام اللیل، استغفار، ذکر، انابت ورجوع الی اللہ کی صورت میں اپنے احکامات اور مطالبات رکھے ہیں اور عبودیت وبندگی کے آداب بتلائے ہیں، عباد الرحمان یعنی اللہ کے نیک بندوں کی صفات بتلائی اور گنوائی ہیں کہ

۱؎ ملاحظہ ہو گولڈ زیھر (Goldziher) کے ارشادات التصوف الاسلامی وتاریخہ، وایضاً نکولسن کے ارشادات بحوالہ مدخل الی التصوف الاسلامی۔

۲؎ ورھبانیة ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فمارعوھا حق رعایتھا (سورۃ الحدید آیت ۲۷)

بندے میں بندگی اور عبدیت کی شان ہونی چاہئے ،اس طرح انبیائے سابقین اور سابقہ امتوں کے مومنین صالحین کے احوال بیان کر کے نیکی اور خدا پرستی کا عملی نمونہ پیش کیا ہے،مزید قرآن جنت اور اس کی نعمتوں اور جہنم اور اس کی مصیبتوں کا آنکھوں میں گھومتا ہوا نقشہ پیش کرتا ہے جس سے ایک مسلمان میں جنت کے حصول کے لئے جنتیوں کے اعمال کی رغبت اور جہنم سے بچنے کے لئے جہنمیوں کے اعمال کی نفرت و کراہیت بڑھتی ہے،اس کا دل خوف اور امید دونوں سے بھر بھر جاتا ہے، یہ خوف بھی قوی ہو کر اپنا اثر دکھاتا ہے اور امید بھی حوصلے پر حوصلہ بڑھاتی ہے اور اس امید اور خوف کے درمیان درمیان ایمان ہے،اور مومن کی زندگی ہے، یہی چیز زہد کو پیدا کرتی ہے اور بڑھاتی ہے اور خود احتسابی پر بھی انسان کو آمادہ کرتی ہے، یہی تصوف کی حقیقت ہے اور خیر القرون میں یہی ہر گھر کی دولت تھی ،اور معاشرے کی زندہ قوت تھی ،بس نام نہیں تھا،اور یہ اصطلاحات نہیں تھیں ،جو بعد میں اہلِ تصوف میں رائج ہوئیں،اور نام سے کیا ہوتا ہے، نام میں کیا رکھا ہے،اصل تو کام ہے وہ حاصل ہے تو سب حاصل ہے،وہ حاصل نہیں تو نام سے کچھ حاصل نہیں۔ ؎ کُلٌّ یَدَّعِیْ وَصلاً بِلَیْلیٰ وَلَیْلیٰ لَایُقِرُّلَهُمْ بِذَاکَ (جاری ہے)

پیارے بچّو! مفتی ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

رمضان اور روزہ کیا ہے؟

پیارے بچو! ہمارے دینِ اسلام میں سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ اسلامی مہینوں میں سال کا نواں مہینہ ہے، جس طرح انگریزی مہینوں میں ستمبر کا مہینہ سال کا نواں مہینہ ہے۔

بچو! تمہیں انگریزی مہینوں کے نام تو ہوسکتا ہے کہ اچھی طرح یاد ہوں گے، مگر اسلامی مہینوں کے نام سارے شاید تمہیں یاد نہ ہوں، اس لئے تمہیں اسلامی مہینوں کے بتلائے جاتے ہیں، امید ہے کہ تم ان مہینوں کے نام اچھی طرح یاد کرلو گے، تو سنو! اسلامی مہینوں کے نام یہ ہیں:

(۱)......محرم (۲)......صفر (۳)......ربیع الاوّل (۴)......ربیع الثّانی (۵)......جمادی الاولیٰ (۶)...... جمادی الاُخریٰ (۷)......رجب (۸)......شعبان (۹)......رمضان (۱۰)......شوال (۱۱)......ذیقعدہ (۱۲)......ذی الحجّہ۔

بچو! ممکن ہے کہ تمہیں یہ نام مشکل معلوم ہوں، لیکن بچو یاد رکھو کہ اسلامی مہینوں کے نام عربی زبان میں ہیں، اور ہماری روزانہ کی بول چال والی زبان عربی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ عربی زبان کے الفاظ دوسری زبان والوں کو کچھ مشکل معلوم ہوتے ہیں، لیکن جب بولنے کی عادت ہوجاتی ہے تو پھر وہ مشکل نہیں رہتے، بلکہ آسان ہوجاتے ہیں، جس طرح انگریزی مہینوں کے نام بھی تو ہماری اپنی زبان کے الفاظ نہیں ہیں، لیکن کیونکہ ان کے بولتے رہنے کی عادت ہوگئی ہے، اس لئے مشکل نہیں لگتے۔

پیارے بچو! عربی ہماری اپنی اصل اسلامی زبان ہے، اسی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور اسی زبان میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیاری پیاری باتیں کیا کرتے تھے، عربی زبان جنت میں جاکر بھی بولی جائے گی، اور یہ زبان اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ زبان ہے، مگر یہ ہماری کمزوری ہے کہ ہم لوگ اپنی مذہبی واسلامی زبان کو سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ ضروری اور عام چیزوں کے نام بھی نہیں بول سکتے، مگر غیر مذہب والوں کی زبان سیکھنے اور بولنے کی کوشش کرتے ہیں۔

Idara Ghufran

پیارے بچو! رمضان کا مہینہ کیا ہے؟ رمضان کا مہینہ دراصل مسلمانوں کے مذہب میں عبادت کا مہینہ ہے، یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کا بہت پسندیدہ اور محبوب مہینہ ہے، اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص مہربانی کرتے ہیں، بندوں کی عبادت اور ہر نیک عمل کا ثواب بہت زیادہ بڑھادیتے ہیں، اور دن رات ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر رحمتیں اور برکتیں بھیجی جاتی رہتی ہیں۔

دوسرے مذاہب والے اپنے عبادت کے دنوں میں زیادہ عبادت کیا کرتے ہیں، مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ رمضان کے مہینہ میں خوب زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، اور گناہوں سے بچیں۔

بچو! جس طرح رمضان کے مہینہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے، اسی طرح گناہ کا گناہ ہونا بھی شدید اور سخت ہوجاتا ہے، اس لئے جس طرح اس مبارک مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کی کوشش کرنی چاہئے، اسی طرح گناہوں سے بچنے کی بھی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔

اس مہینہ میں گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے، چوری چکاری اور ہر برے کام سے بچنے کی دوسرے مہینوں سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اگر بندے اس مہینہ میں گناہوں سے نہیں بچتے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو اللہ تعالیٰ بندوں سے سخت ناراض ہوجاتے ہیں، اور پھر اگر اللہ تعالیٰ مناسب سمجھتے ہیں تو دنیا میں بھی سزا دے دیتے ہیں، ورنہ آخرت میں یعنی مرنے کے بعد تو دیں گے ہی۔

تمہیں معلوم ہے کہ پچھلے رمضان میں ہمارے یہاں خطرناک زلزلے آئے تھے، کتنے لوگ زلزلہ سے ہلاک ہوگئے تھے اور کتنے لوگ زخمی اور معذور ہوگئے تھے، اور کتنے لوگ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور گھر بار سے محروم ہوگئے تھے، زلزلے اللہ تعالیٰ اسی لئے بھیجتے ہیں تاکہ بندے اللہ سے ڈریں، اور گناہوں کا چھوڑ دیں، مگر بندے اتنے غافل ہیں کہ پھر بھی اللہ سے نہیں ڈرتے اور رمضان کے مہینہ میں بھی گناہوں کو نہیں چھوڑتے، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب بھیجتے ہیں۔

بہرحال رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر روزے فرض کئے ہیں۔

بچو! روزہ نام ہے ’’صبح سویرے سے لے شام سورج ڈوبنے تک کھانا پینا سب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے چھوڑ دینے کا‘‘ روزہ اتنی بہترین چیز ہے کہ اس کی وجہ سے بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں، آخرت یعنی مرنے کے بعد کے بھی اور دنیا کے بھی، روزہ صحت کے لئے بہت اچھی چیز ہے، روزہ رکھنے سے انسان کے جسم میں چُستی اور پُھرتی آتی ہے، سستی اور کاہلی دور ہوتی ہے، ہر وقت کھاتے پیتے رہنے

سے بدن اور معدہ بوجھل ہو جاتا ہے اور جسم میں غیر ضروری مواد جمع ہو جاتا ہے، اور روزہ سے پورے بدن اور معدہ کو ریسٹ اور آرام کرنے کا موقع ملتا ہے۔

بچو! جو چیز بھی انسان کھاتا پیتا ہے اسے ہضم کرنے اور ٹھکانے لگانے کے لئے معدہ اور بدن کے دوسرے کئی حصوں کو کام کرنا پڑتا ہے، پھر جتنا زیادہ کھایا پیا جاتا ہے اتنی ہی معدہ اور بدن کے دوسرے حصوں پر کام کرنے کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، اس طرح پورے سال کام کرتے کرتے ہمارا معدہ اور بدن تھک کر چور ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سال بھر میں صرف ایک مہینہ کے روزے رکھنے کے حکم دیا ہے، تاکہ ایک طرف تو ہم اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کریں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں، اور دوسری طرف اپنی صحت وتن درستی کا بھی انتظام کریں۔ اس بات کو تم ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہو، دیکھو جب کسی لمبے سفر پر جانا ہوتا ہے تو درمیان میں ریسٹ اور وقفہ کیا جاتا ہے، اس کا ایک مقصد گاڑی اور سواری کو ریسٹ دینا ہوتا ہے، کیونکہ گاڑی کا انجن چلتے چلتے ایک حد پر آ کر گرم ہو جاتا ہے اور وہ آرام اور ریسٹ مانگتا ہے، اگر اسے ریسٹ وآرام نہ دیا جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ انجن خراب ہی ہو جائے اور وہ کام کرنا چھوڑ دے۔ جس کی وجہ سے مسافر اپنی منزل تک نہ پہنچ سکیں، جب انجن کو تھوڑا سا ریسٹ وآرام دے دیا جاتا ہے تو وہ پہلے کی طرح تازہ دم ہو جاتا ہے، اور پھر فریش اور تازہ ہو کر اچھا کام کرتا ہے، اسی طرح سال بھر کھاتے پیتے رہنے سے ہمارے بدن کی مشینری بھی تھک کر چُور ہو جاتی ہے یعنی گرم ہو جاتی ہے اور اس کو ریسٹ وآرام کی ضرورت ہوتی ہے، سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینہ کے روزے رکھنے سے بدن کی مشینری کو گیارہ مہینوں تک کام کرتے رہنے کا ریسٹ وآرام مل جاتا ہے، اور ایک مہینہ کا ریسٹ کرنے کے بعد یہ مشینری سال بھر کام کرنے کے لئے تروتازہ اور فریش ہو جاتی ہے۔

بچو! یہ تو تمہارے سامنے روزہ کا صرف ایک فائدہ بتلایا گیا ہے، ورنہ روزہ میں اور بھی بہت سارے فائدے ہیں۔ امید ہے کہ تمہیں یہ باتیں سن کر روزہ رکھنے کا شوق ہوا ہوگا، اگر واقعی روزہ کا شوق ہوا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ چھوٹے بچوں پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کرتے ہوئے روزہ رکھنا فرض نہیں کیا، بلکہ معاف کر دیا ہے، اس لئے بچو! جب تک تم بالغ نہیں ہو گے اس وقت تک روزہ رکھنا تم پر فرض تو نہیں ہوگا، لیکن اگر تم کچھ سمجھدار اور بڑے ہو گئے ہو اور تھوڑی سی کوشش کر کے روزہ رکھ سکتے ہو تو جتنے روزے آسانی سے رکھ سکتے ہو اتنے روزے رکھنے سے تمہیں منع نہیں کیا جاتا، ویسے بھی اگر بالغ اور بڑے ہونے سے پہلے

تمہیں روزہ رکھنے کی عادت نہیں ہوگی تو بڑے ہونے کے بعد پھر روزہ رکھنے میں پریشانی اور دشواری ہوگی، اور اگر بالغ اور بڑے ہونے سے پہلے تم کبھی کبھی روزے رکھتے رہا کروگے تو بڑے ہونے کے بعد تمہیں روزے رکھنا مشکل معلوم نہیں ہوگا۔

پیارے بچو! کبھی روزہ رکھنے والے کو بھوک اور پیاس لگنے سے گھبراہٹ ہوتی ہے لیکن اس سے گھبرانا نہیں چاہئے، ہمت اور صبر سے کام لینا چاہئے، دیکھو جب کوئی بیمار پڑ جاتا ہے، تو کھانے پینے کی بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے، کڑوی دوا بھی پینی پڑ جاتی ہے، اور کبھی کبھی آپریشن کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے، یہ ساری چیزیں صحت اور تندرستی کو پانے کے لئے برداشت کی جاتی ہیں، اسی طرح روزہ کے ذریعہ سے صحت اور تندرستی کے لئے بھی بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا چاہئے۔

پیارے بچو! یہ بھی یاد رکھو کہ روزہ رکھنے سے بعض اوقات جسم دبلا پتلا محسوس ہونے لگتا ہے اس کو کمزوری سمجھ کر بعض لوگ روزہ سے ڈر جاتے ہیں اور روزہ رکھنا چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ ہمیشہ دبلا پتلا ہونا کمزوری کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ جسم سے غیر ضروری مواد نکل جانے کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے، اس کو کمزور سمجھ کر روزہ نہیں چھوڑنا چاہئے، اور جسم کا غیر ضروری موٹاپا تو ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق بھی بیماری ہے، صحت اور تندرستی نہیں ہے، اس لئے اگر روزہ رکھنے سے موٹاپا کم ہو رہا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ بیماری دور ہو رہی ہے

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۰ ''دعوتِ طعام کے آداب''﴾

اور داعی جب اس کو کسی خاص جگہ بٹھادے تو اس کی حتی الامکان پابندی کرے (۴) کوئی عذر نہ ہو مثلاً فرض وواجب روزہ سے نہ ہو تو کھانے سے منع نہ کرے (۵) کھانا کھانے کی طرف تیزی سے نہ لپکے (جیسا کہ آج کل تقریبات میں لوگ ٹوٹ کر پڑتے ہیں اور دھکم پیل سے کام لیتے ہیں) (۶) کھانا کھانے کے جو آداب ہیں ان کی رعایت کرے (۷) حاضرین اور شرکاء میں دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دے، اور جو چیز دوسروں کو پسند یا ان کے لئے زیادہ رغبت کی ہو وہ دوسروں کے لئے چھوڑ دے، خود کھا کر ختم نہ کردے (۸) اگر کھانے میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوں تو ان سے پہلے کھانے سے فارغ نہ ہو جائے، دوسروں کا انتظار کرے اور ہلکا پھلکا سلسلہ جاری رکھے (۹) کھانے سے فراغت کے بعد داعی کو دعا دے (لیکن اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے) (۱۰) کھانے سے فراغت کے بعد زیادہ دیر بیٹھا نہ رہے (الموسوعۃ الفقھیہ جلد ۲۰، مادہ ''دعوۃ'' بتغیر)

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

خواتین اور رمضان

معزز خواتین! رمضان کی آمد آمد ہے یہ مہینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم لوگوں کو ایمانی اور روحانی ترقی کے لئے عطا فرمایا ہے، یوں تو ہر انسان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ انتہائی قیمتی ہے، اس لئے کہ عمر کا جو سال، جو مہینہ، جو دن اور جو گھنٹہ گزر گیا وہ کبھی بھی واپس لوٹ کر نہیں آئے گا، عمر کی مثال تو برف کی مانند ہے، جس طرح برف سے فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں رفتہ رفتہ خود بخود وہ پگھلتی رہتی ہے، اسی طرح انسان کی عمر بھی آہستہ آہستہ گزرتی ہی رہتی ہے خواہ انسان دین، دنیا کے کسی کام میں لگا ہوا ہو یا بے کار پڑا ہوا ہو، بہر حال وہ غیر اختیاری اور لاشعوری طور پر موت کے قریب ہوتا رہتا ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم

اس لئے دانشمندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان ہر مومن مرد وعورت کو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی بنانے کے لئے فکر مند رہنا ہی چاہئے، لیکن رمضان کا مہینہ سال کے باقی مہینوں سے کئی وجوہ کے پیشِ نظر زیادہ قیمتی اور قابلِ قدر ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا جس قدر نزول رمضان کے مہینے میں ہوتا ہے، اتنی رحمتیں کسی اور مہینے میں نازل نہیں ہوتیں، تو یہ بڑی کم نصیبی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا نزول ہو رہا ہو مگر بندہ اپنی غفلت کی وجہ سے نافرمانی میں مبتلا ہو کر ان رحمتوں سے تہی دامن رہ جائے، دوسرے اس وجہ سے کہ رمضان کے مہینے میں عام طور پر نیکی اور عبادت کا ماحول بن جاتا ہے، جس سے عبادت کرنے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے، تو یہ بڑی کم ہمتی کی بات ہے کہ عبادت کے عمومی ماحول اور سہل فضا میں بھی بندہ نیکی نہ کر سکے، تیسرے اس وجہ سے کہ رمضان کے مہنے میں ایک مستقل عبادت روزہ کی صورت میں فرض ہو جاتی ہے، جس کی اپنی برکات ہیں اور جس کی خصوصی تاثیر قرآن پاک میں یہ بتلائی گئی ہے کہ اس سے دلوں میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، تو اگر انسان روزہ رکھ کر بھی جھوٹ جیسی نافرمانی سے باز نہ آئے، تو یہ بات روزے کے مقصد کے ہی خلاف ہے، چوتھے اس

وجہ سے کہ رمضان کا خصوصی حکم یعنی روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کے کسی دینی دنیوی کام میں رکاوٹ نہیں بنتی ، بلکہ بلا تکلف انسان دوسرے کام بھی ساتھ ساتھ جاری رکھ سکتا ہے،تو روزہ جیسی عبادت میں مصروف ہوتے ہوئے اپنے اوقات کو غفلت میں برباد کرنا اس عبادت کی نورانیت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے،اور گو کہ یہ عبادت انسان رمضان کے علاوہ مہینوں میں بھی کرسکتا ہے لیکن دیگر دنوں میں فرض نہ ہونے کی وجہ سے انسان کی ہمت نہیں ہوتی ،اس مہینے میں فرض ہوجانے کی وجہ سے ہمت ہوجاتی ہے اور ماحول کی وجہ سے عمل کرنا سہل ہوجاتا ہے،تو منجانب اللہ ہمت اور آسانی کا انتظام ہونے کے باوجود انسان اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے تو یہ اس نعمت کی سخت ناقدری ہے، پانچویں اس وجہ سے کہ رمضان کا مہینہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لئے مقرر فرمایا ہے،جس میں اپنے دیگر معمولات کم سے کم کر کے زیادہ سے زیادہ وقت خالص عبادت مثلاً نماز،دعا،ذکر،تلاوت، توبہ استغفار وغیرہ کے لئے فارغ کرنا اس مہینے کا اصل مقصد ہے اور انہی اعمال سے انسان کا ایمان قوی ہوتا ہے،اور اس کی روحانی ترقی ہوتی ہے،ان وجوہ کے پیشِ نظر ہر مسلمان مرد وعورت کو رمضان کا مہینہ آنے سے پہلے ہی اپنے معمولات کی ایسی ترتیب بنا لینی چاہئے کہ جس سے زیادہ وقت خالص عبادت کے لئے فارغ ہوسکے،اور رمضان کا کوئی لمحہ بے کا ضائع نہ ہو۔

اس کی ضرورت جس طرح مردوں کو ہے،عورتوں کو بھی ہے، بلکہ عورتوں کو کسی قدر زیادہ ضرورت ہے،اس لئے کہ گھریلو کاموں کی مصروفیت سے فراغت کے اوقات میں عموماً عورتیں کسی مفید کام میں اپنا وقت اور صلاحیت استعمال نہیں کرتیں، حالانکہ ایسے فراغت کے لمحات کو غنیمت سمجھنا چاہئے ،ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ پانچ چیزوں کو دوسری پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو ایک جوانی کو غنیمت سمجھو بڑھاپے سے پہلے ،دوسرے صحت کو غنیمت سمجھو بیماری سے پہلے ،تیسرے مالداری کو غنیمت سمجھو غربت سے پہلے چوتھے فرصت کو غنیمت سمجھو مشغولی سے پہلے پانچویں زندگی کو غنیمت سمجھو موت سے پہلے (رواہ الترمذی مرسلاً ،مشکوۃ ص ۴۴۱)

دوسری طرف چونکہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں اختلاط کی نوبت بھی کم ہی آتی ہے اور عموماً ان کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے،اس لئے انہیں اس فرصت ویکسوئی کی قدر کرنی چاہئے ،اور کم از کم رمضان کے مہینے میں شوہر، بچوں اور دیگر اہلِ حقوق کے ضروری درجے کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ گناہوں سے بچتے ہوئے

ممکنہ حدتک زیادہ وقت علم وعمل، ذکر وتلاوت اور توبہ استغفار میں صرف کرنا چاہئے، ویسے تو رمضان ہو یا غیر رمضان دینی تعلیم وتربیت صحیح طریقے سے نہ ہونے کی وجہ سے مردوں عورتوں سب سے روزانہ بیسوں باتیں ایسی صادر ہوتی رہتی ہیں جو قابلِ اصلاح ہوتی ہیں لیکن سرِ دست صرف رمضان میں خواتین سے عموماً ہونے والی کوتاہیوں میں سے چند ایک کا تذکرہ اصلاح کی امید سے کیا جاتا ہے:

ماہِ رمضان میں خواتین سے سرزد ہونے والی بعض کوتاہیاں

(۱)......بعض خواتین دینی احکام وفرائض کی اہمیت دل میں نہ ہونے کی وجہ سے رمضان کا فرض روزہ بغیر کسی معقول عذر کے محض بھوک پیاس کی معمولی تکلیف سے بچنے کے لئے نہیں رکھتیں، حالانکہ روزہ فرض ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل ہے، رمضان کا ایک روزہ بھی بلاعذرِ شرعی چھوڑ دینا بہت بڑی محرومی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی روزہ افطار کردے تو رمضان کے علاوہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھ لے اس کا بدل نہیں ہوسکتا (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، بخاری فی ترجمۃ الباب، مشکوٰۃ) گو کہ اس چھوڑے ہوئے ایک روزے کے بدلے غیر رمضان کا ایک روزہ رکھ لینے سے قضا ادا ہوکر فریضہ ذمے سے اتر جائے گا، بشرطیکہ رمضان کا روزہ رکھ کر قصداً نہ توڑا ہو، بلکہ شروع سے رکھا ہی نہ ہو، لیکن رمضان کے انوار وبرکات اور فضائل وثمرات بعد میں کہاں نصیب ہوسکتے ہیں۔

(۲)......بعض خواتین معمولی بیماری، تکلیف، یا بیماری کے وہم یا روزہ رکھنے سے آئندہ بیمار پڑ جانے کے محض وہم کو ہی اپنے نزدیک کافی عذر سمجھ کر خود ہی اپنے حق میں روزہ چھوڑنے کا جواز سمجھ لیتی ہیں، حالانکہ ہر عذر روزہ چھوڑنے کے لئے شرعاً کافی نہیں ہوتا، بلکہ یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ شرعاً یہ عذر معتبر بھی ہے یا نہیں۔

(۳)......بعض خواتین رمضان میں کسی واقعی عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ پاتیں اور باوجود اس کے کہ انہیں بعد رمضان صحت مند ہوکر روزہ رکھ سکنے کی امید ہوتی ہے لیکن پھر بھی فی الحال ہی روزوں کا فدیہ ادا کردینے کو کافی سمجھ لیتی ہیں، حالانکہ بعد میں قضا رکھنے کی قدرت ہونے کی امید ہو تو قضا رکھنا ہی ضروری ہے، فدیہ کافی نہیں ہوتا۔

(۴)......بہت ساری خواتین کو حیض کے ضروری مسائل کا بھی خاطر خواہ علم نہیں ہوتا، اور اہمیت نہ سمجھنے کی وجہ سے حیض کی ابتداء وانتہاء محفوظ رکھنے کا اہتمام نہیں کرتیں جس کی وجہ سے نماز روزے کی عبادات بھی

متاثر ہوتی ہیں، اور عجب نہیں کہ بعض خواتین کے اس بنیاد پر بعض روزے بھی ضائع ہوجاتے ہوں، کیونکہ اگر کوئی خاتون دن بھر روزہ رکھے اور شام کو غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے حیض شروع ہوجائے تو وہ روزہ ٹوٹ جائے گا، جس کی قضا رکھنی پڑے گی، اور ممکن ہے کہ بعض خواتین مسائل سے لاعلمی کی وجہ سے اپنے روزے کو صحیح سمجھ کر قضا سے بےفکر ہوجاتی ہوں۔

اسی طرح رمضان کے دن میں کسی وقت حیض بند ہوجائے تو شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، اس میں بھی بعض خواتین کی طرف سے کوتاہی ہوجانا بعید نہیں اور یہ بھی قابلِ اصلاح ہے۔

(۵)......بعض خواتین روزہ تو رکھ لیتی ہیں لیکن پھر روزے کے دوران مختلف گناہوں مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، فضول گوئی، بے پردگی، شرعی احکام پر عمل سے غفلت، بے جا غصہ وغیرہ، میں مبتلا رہتی ہیں، جس کی وجہ سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے، اس کے ثواب میں کمی آجاتی ہے اور روزے کے انوارات وبرکات پوری طرح حاصل نہیں ہوپاتے، ایسی خواتین اس حدیث شریف کا مصداق بن جاتی ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں سوائے بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں (ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، حاکم)

یعنی گو کہ روزے کا فریضہ سر سے اتر گیا بشرطیکہ روزہ توڑنے والا کوئی کام نہ کیا ہو، لیکن روزے کا مقصد یعنی تقویٰ ایسے روزے سے حاصل نہیں ہوتا۔

(٦)......بعض خواتین روزے کی وجہ سے ہونے والی کمزوری کی بنیاد پر غصے میں بچوں پر بے جا برستی ہیں، حالانکہ یہ بات علاوہ گناہ ہونے کے روزے اور رمضان کے مقصد کے بھی خلاف ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں روزے کو نصف صبر فرمایا گیا (ترغیب وترھیب ج۲ ص۵۱ بحوالہ ابن ماجہ)

اور رمضان شریف کو حدیث پاک میں صبر کا مہینہ قرار دیا گیا ہے (مشکوٰۃ ص۱۷۳) اور غصے میں آپے سے باہر ہوجانا واضح بےصبری ہے، اس لئے روزہ اور رمضان کے احترام میں غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے۔

(۷)......رمضان کے مہینے میں چونکہ خواتین کو دن کے وقت کھانا پکانے سے فرصت ہوتی ہے، اس لئے بعض خواتین محض وقت گزاری کے لئے بلاوجہ ہی محلّہ کے مختلف گھروں میں جا کر بیٹھنا شروع کردیتی ہیں، اور جہاں دو چار عورتیں جمع ہوجائیں ایسی باتیں شروع کرتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ نہ ہی جائز ناجائز کی

پرواکرتی ہیں نہ اندازِ گفتگو کی طرف توجہ، نہ وقت کے ضائع جانے کی فکر ہوتی ہے، اور نہ روزے کا احترام اور نہ ہی انہیں دوسروں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے، باتوں پہ باتیں ہوتی ہیں، اور قہقہوں پہ قہقہے پھر اس پر طرہ یہ کہ ان کاموں کو کچھ گناہ ہی نہیں سمجھتیں پارسا کی پارسا ہی رہتی ہیں، حالانکہ یہی کیا کم گناہ ہے کہ رمضان جیسے مقدس مہینے کے مبارک اور قیمتی لمحات کو کس بے دریغ انداز میں ضائع کیا جاتا ہے جس کا کوئی بدل نہیں (اعاذنا اللہ منہ)

(۸)......بعض خواتین رمضان کے مہینے میں اور روزہ رکھ کر بھی بے پردگی کے گناہ کو نہیں چھوڑتیں، بلکہ نیم عریاں اور چست لباس پہن کر بلاحجاب بازاروں میں مٹرگشت کرتی ہیں، اور خود گناہگار ہونے کے ساتھ ساتھ کئی مردوں کے لئے بدنگاہی کے گناہ کا سبب بنتی ہیں، اور دوہرے گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں، حالانکہ قرآن پاک میں خواتین کو گھروں میں ٹھہرے رہنے کا حکم ہے۔

(۹)......بعض گھروں میں افطاری کی تیاری میں خواتین اتنی منہمک ہوجاتی ہیں کہ افطار سے پہلے چند لمحات بھی دعا کے لئے میسر نہیں آتے، بلکہ بعض اوقات تو روزہ افطار بھی ہوجاتا ہے مگر افطاری کی تیاریاں چل رہی ہوتی ہیں، یہ بھی حد سے آگے بڑھنا ہے اول تو اتنا اہتمام اور غلو کرنا ہی درست نہیں دوسرے مناسب تیاری کچھ وقت پہلے ہی کر کے دعا کا مقبول وقت حاصل کیا جاسکتا ہے (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام ص۱۰۱ بتغیر، مصنفہ مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ)

(۱۰)......بعض خواتین روزے تو کسی طرح رکھ لیتی ہیں، لیکن تراویح کی نماز بلاعذر چھوڑ دیتی ہیں بلکہ بعض خواتین تو فرض نمازیں بھی ادا نہیں کرتیں جو بڑے گناہ کی بات ہے، سوچنا چاہئے کہ جیسے روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہونے کی وجہ سے فرض ہے، اسی طرح نماز پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اور فرض ہے، بلکہ فرض نماز کی اہمیت روزے سے کسی قدر زیادہ ہے، اور بروز قیامت سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہونا ہے، ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود   اولین پرسش نماز بود

اور تراویح کے بارے میں بعض خواتین کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ یہ تو سنت ہے، فرض یا واجب تو نہیں ہے اس لئے چھوٹ بھی جائے تو کیا حرج ہے، نعوذ باللہ، کس قدر غلط سوچ ہے کیا حضور ﷺ کی امت میں ہونے کا یہی تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دیا جائے، یاد

رکھئے کہ رمضان میں روزانہ بیس رکعت تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے، جس کا درجہ واجب کے بالکل قریب ہے، اور اس کو بلا عذر چھوڑنے والا قابلِ ملامت ہے اور چھوڑنے کی عادت بنالینا سخت گناہ ہے اور اس کو ہلکا سمجھنے میں اور زیادہ نقصان ہے، اس غلط فہمی کی اصلاح بھی ضروری ہے۔

(۱۱)......بعض خواتین بلاعذر بیٹھ کر تراویح پڑھ لیتی ہیں، حالانکہ بلاعذر بیٹھ کر تراویح پڑھنے سے اگرچہ تراویح تو ادا ہو جائیں گی کیونکہ تراویح میں قیام فرض نہیں مگر ثواب آدھا ملے گا اس لئے تھوڑی سی مشقت اٹھا کر پورا ثواب ہی حاصل کرنا چاہئے۔

(۱۲)......بعض خواتین تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کے شوق میں مسجدوں میں یا بعض گھروں میں جاتی ہیں اور اپنے نزدیک اس کو بڑے ثواب کا کام سمجھتی ہیں حالانکہ نماز خواہ فرض ہو یا تراویح بہرحال عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید نہیں ہے، اور پھر آجکل کے پرفتن دور میں روزانہ رات کو عورتوں کا بن سنور کر نکلنا (کیونکہ عموماً عورتوں کا مزاج ہے کہ جب کہیں جانے لگیں گی تو کسی نہ کسی درجے میں میک اپ ضرور کریں گی اور اس طرح نکلنا) متعدد خرابیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے منع ہے۔

ایسی خواتین کو سوچنا چاہئے کہ اس طرح باجماعت تراویح پڑھنے سے ان کا مقصود کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب ہی مقصود ہوگا اور نماز سے یہی مقصود ہونا چاہئے تو پھر یہ مقصود تو جب ہی حاصل ہوگا کہ نیک عمل کو اللہ ورسول کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے نہ یہ کہ محض اپنا شوق ہی پورا کرلیا جائے۔

خواتین کے لئے عافیت وسلامتی والا راستہ یہی ہے کہ وہ گھر رہ کر ہی عبادات میں مصروف رہا کریں، البتہ اگر کوئی حافظ اپنا محرم مرد ہو اور گھر ہی کی عورتیں اس کے پیچھے تراویح پڑھ لیں اور یہ حافظ فرض نماز مسجد میں پڑھ کر صرف تراویح گھر میں پڑھا دے تو کوئی گناہ نہیں (بہشتی زیور حصہ ششم بتغیر بحوالہ ماہ رمضان کے فضائل واحکام ص ۱۷۷)

(۱۳)......بعض خواتین رمضان کے مہینے میں کسی گھر میں جمع ہو کر صلاۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھتی ہیں اس میں بھی علاوہ گزشتہ خرابیوں کے ایک بڑی خرابی یہ پائی جاتی ہے کہ صلاۃ التسبیح نفل نماز ہے اور نفل نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مردوں کے لئے بھی منع ہے، تو عورتوں کو اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے، نیز اس نماز کا درجہ فرض اور تراویح سے کم ہے، تو جب عورتوں کے حق میں فرض اور تراویح گھر میں تنہا پڑھنے

کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے تو صلاۃ التسبیح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟
اور پھر عموماً اس موقع پر چونکہ امامت کے فرائض بھی کوئی خاتون ہی انجام دیتی ہے اس لئے یہ تنہا عورتوں کی جماعت ہوجاتی ہے جس کو مکروہِ تحریمی فرمایا گیا ہے (تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو: ماہِ رمضان کے فضائل واحکام ص ۱۷۷ تا ۱۸۳، مصنفہ حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ)

(۱۴)......بعض خواتین اسطرح کی جماعت (یعنی جس میں امام بھی خاتون ہی ہو اور نماز صلاۃ التسبیح ہو) کے جائز ہونے کی یہ دلیل پیش فرماتی ہیں کہ یہ باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی اس لئے کہ امام خاتون آگے نہیں کھڑی ہوتی بلکہ صف کے بیچ میں کھڑی ہوتی ہے اور ہر خاتون نے اپنی اپنی نماز کی نیت باندھ رکھی ہوتی ہے، یہ بھی عجیب منطق ہے کہ ساری خواتین ایک ساتھ نماز شروع کرتی ہیں ایک ساتھ رکوع سجدہ کرتی ہیں، اور ایک ساتھ ہی سلام پھیرتی ہیں نیز خود قراءت اور تسبیحات سے فارغ ہوکر رکوع میں جانے کے لئے بیچ والی خاتون کا انتظار کرتی ہیں، اور پھر بھی نماز تنہا ہی ہے اگر باجماعت نہیں پڑھ رہیں تو یہ انتظار کیسا؟ اور ایک ساتھ شروع کرنے اور ختم کرنے کا کیا مقصد اور ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں باقاعدہ صف بنا کر نماز پڑھنے کا کیا مطلب؟ غور فرمائیں!

(۱۵)......بعض خواتین اس طرح صلاۃ التسبیح پڑھنے کا یہ عذر بیان کرتی ہیں کہ تنہا پڑھیں تو تسبیحات یاد نہیں رہتیں، یہ عذر بھی عذرِ لنگ ہے، اس لئے کہ اول تو صلاۃ التسبیح پڑھنا ہی کوئی ضروری نہیں کیونکہ یہ نماز نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت بلکہ نفل ہے اور نفل نماز نہ پڑھنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، لیکن اگر اس کو غلط طریقے سے پڑھا جائے تو گناہ ہوتا ہے، جیسے کوئی مکروہ اوقات میں نفل پڑھے تو گناہ ہوگا، اس لئے غلط پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے، دوسرے جہاں تک تسبیحات یاد نہ رہنے کی بات ہے تو اس کے لئے توجہ کی ضرورت ہے توجہ اور دھیان رکھنے سے یاد رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، اب خواتین یہ چاہتی ہیں کہ نماز کے دوران بھی ذکر وتلاوت کی طرف دھیان نہ رکھنا پڑے اور اوپر سے نام بھی ہوجائے کہ ہم نے بھی صلاۃ التسبیح پڑھی ہے، نعوذ باللہ یہ تو ریاء کاری ہوئی، اللہ بچائے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ خواتین کو رمضان کے مطالبات شرعی اصولوں کے مطابق پورا کرنے کے لئے ابھی سے تیار ہوجانا چاہئے، تاکہ رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے پائے۔ واللہ الموفق۔

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

موسیقی کے انداز میں محفلِ حُسنِ قرائت اور نعت خوانی کا شرعی حکم

سوال:...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آج کل جگہ جگہ محفلِ حسنِ قرائت کے نام سے محفلیں منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے، ہم نے بزرگوں کے دور میں ایسی محفلیں نہیں دیکھی تھیں مگر اب یہ ایک ایسی رسم کی شکل اختیار کرگئی ہیں کہ بڑے بڑے اشتہار اور دعوت نامے اس کے لئے شائع کئے جاتے ہیں، اور محفلِ حسنِ قرائت میں جو قراءِ کرام قرائت فرماتے ہیں ان میں مشہور ومقبول قاری وہ سمجھے جاتے ہیں جو آواز میں خوب بناوٹ اور تکلف پیدا کرتے ہیں، دور سے قرائت سننے والوں کو الفاظ کم سمجھ آتے ہیں اور آواز کا اتار چڑھاؤ زیادہ سمجھ آتا ہے، بعض اوقات داد وصول کرنے اور عوام میں اپنی شہرت بڑھانے کے لئے آواز ایسی بنائی جاتی ہے اور ایسی کھینچ تان اور اتار چڑھاؤ آواز میں پیدا کیا جاتا ہے کہ تجوید کے قواعد کی بھی واضح خلاف ورزی ہوجاتی ہے اور گانے کا انداز پیدا ہوجاتا ہے۔

تجوید اور مخارج کے ساتھ قرائت کا تو سامعین کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود تجوید اور قرائت کے اصولوں سے واقف نہیں ہوتے، البتہ ساری توجہ آواز اور لہجہ کی طرف ہوتی ہے، آواز اور لہجہ پر ہی شاباش دی جاتی ہے۔

اسی طرح نعت خوانی کا سلسلہ بھی کافی بڑھ گیا ہے، اس میں بھی ایسے نعت خوان زیادہ مقبول سمجھے جاتے ہیں جو گانوں کے انداز میں نعت خوانی کرتے ہوں۔

اور قرائت کی محفلیں ہوں یا نعت خوانی کا سلسلہ دونوں میں یہ بات مشترک طور سے عموماً اور اکثر وبیشتر پائی جارہی ہے کہ ایسے اسپیکر استعمال کئے جاتے ہیں جن میں ایک خاص قسم کی دھن اور طرز ہوتی ہے، بولنے والے کی آواز سامعین تک جھنجناہٹ کے ساتھ پہونچتی ہے، کیونکہ ان اسپیکروں میں آواز کے اُتار چڑھاؤ کے اعتبار سے مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے اسپیکر ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ اسپیکر دراصل اس انداز کے بنائے گئے ہیں جو انداز موسیقی کا ہوتا ہے ان میں آواز گم ہوکر اور اس طرح سے ٹکرا کر سنائی دیتی ہے جیسے کسی ڈھول یا آلۂ موسیقی کا طرز ہو۔

اور بعض جگہ یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ قاری یا نعت خوان کے ساتھ دوسرے مخصوص اسپیکر کے ذریعہ سے متعین حضرات مختلف قسم کی درمیان درمیان میں آوازیں نکالتے ہیں، جس سے سامعین کو خاص حظ محسوس ہوتا ہے، یہ آوازیں بھی مخصوص اسپیکروں کے ذریعے سامعین تک پہنچائی جاتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کی قرائت اور نعت خوانی کا کرنا اور سُننا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:...... اگرچہ بعض اہلِ علم حضرات نے لوگوں میں قرآن مجید کی تجوید کا شوق پیدا کرنے یا قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی تبلیغ کرنے کی غرض سے محافلِ قرائت منعقد کرنے کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ کوئی اور دوسری خرابی اس میں شامل نہ ہو۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ محفلِ قرائت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''لوگوں میں تجویدِ قرآن کا شوق پیدا کرنا مقصود ہو تو جائز ہے'' (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۵۹، کتاب الحظر والاباحۃ)

اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب وحضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب وغیرہ دامت برکاتہم کی تصدیق سے دارالعلوم کراچی سے ایک فتویٰ جاری ہوا جس میں مذکور ہے:

''محافلِ حسنِ قرائت کا انعقاد فی نفسہٖ جائز ہے، اس میں قرآن پاک کی عملی تبلیغ اور سامعین کا فائدہ ہے، البتہ چند باتوں کو ملحوظ رکھنا بہرحال ضروری ہے'' (ملاحظہ ہو: ماہنامہ ''البلاغ'' شوال ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۵۸۔ فتویٰ نمبر ۶۲۷/۴۱)

البتہ بعض دیگر اہلِ علم حضرات نے دوسری خرابیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے محفلِ قرائت کے منعقد کرنے کو ہی ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

''محفلِ قرائت کی مروّجہ صورت کے جواز کی کوئی دلیل موجود نہیں اور دیگر مفاسد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کے عدمِ جواز کی اصل دلیل یہ ہے کہ اس میں ایک مستحب کام کے لئے تداعی ہوتی ہے جو بذاتِ خود صحیح نہیں'' (ملاحظہ ہو: ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' اپریل ۲۰۰۶ء صفحہ ۲۹ و ۳۰)

اور محفلِ قرائت کے ذریعہ سے قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی عملی تبلیغ کو جواز کی وجہ قرار دینے

کارد کرتے ہوئے حضرت ڈاکٹر مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''قرآن پڑھنے اور سننے کی دوصورتیں ہیں:

(۱)''تبلیغ کی'' جیسا کہ قرآن پاک کے درس یا تجوید وغیرہ کی تعلیم میں ہوتی ہے کہ پڑھ کے بھی دکھایا جاتا ہے اور مشق بھی کرائی جاتی ہے۔

(۲)''ذکر کی'' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ، انہوں نے کہا کہ کیا میں آپ کو سناؤں حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں (محافل قراءت ص ۲۰)

اس صورت کو تعلیم پر محمول کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

ان دو میں سے پہلی صورت کی شرعی حیثیت واجب کی ہے جبکہ دوسری صورت کی حیثیت مستحب کی ہے۔ ہماری بات سے یہ نتیجہ نکلا کہ قرآن پاک کی جو تلاوت دوسرے کے سامنے کی جائے اس کو یہ سمجھنا کہ وہ لامحالہ تبلیغ و تعلیم ہے درست نہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ محفلِ قراءت میں قرآن پاک پڑھنے اور سننے کی صورت تعلیم و تبلیغ کی نہیں بلکہ ذکر کی ہوتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو مشاہدہ بتاتا ہے کہ محفل میں اکثر تعداد اُن علماء، قراء اور طلبہ کی ہوتی ہے جو قرآن پاک کو صحیح طریقے سے پڑھنے کو پہلے ہی جانتے ہیں۔ دوسرے عوام بھی ہوں تو اُن کے پیشِ نظر حسنِ صوت اور حسنِ لہجہ ہوتا ہے۔

اس پر محفل میں پڑھنے والے اگر یہ کہیں کہ ہم تو تعلیم و تبلیغ کی نیت سے پڑھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ لوگ بھی اپنی قرائت کو بہتر بنانے کی نیت سے سنتے ہوں گے؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں قرآن پاک اور اُس کی تجوید کی تعلیم کے طریقے متعین اور معروف ہیں۔ محفلِ قرائت میں تعلیم کا تصور سرے سے معروف نہیں لہٰذا ایک طرفہ نیت سے محفل کی شرعی حیثیت نہیں بدلے گی'' (ملاحظہ ہو: ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' اپریل ۲۰۰۶، صفحہ ۳۰، ۳۱)

اور بعض حضرات نے محفلِ قرائت کا جو یہ فائدہ بتلایا ہے کہ اس کے ذریعہ سے کلام کو بے عیب طریقے سے پڑھنے کا شوق دلایا جاتا ہے، اس کا جواب حضرت ڈاکٹر مفتی صاحب موصوف نے یہ دیا ہے کہ:

''ہمیں اس فائدے سے انکار نہیں، لیکن جب ہمیں مروّجہ محفلِ قرائت کی شرعی حیثیت معلوم

ہوگئی کہ ناجائز ہے تو اس فائدے کو حاصل کرنے کے لئے ناجائز کو ذریعہ بنانا درست نہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے میلاد النبی کے سلسلہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی مکاتبت میں تحریر فرمایا کہ:

''فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروع حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے''

ورنہ تو محفلِ میلاد جو تداعی کر کے منعقد کی گئی ہو اُس میں بھی یہ فائدہ ہے کہ اُس کے ذریعہ سے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت و سنت معلوم کرنے کا شوق دلایا جاسکتا ہے'' (ایضاً صفحہ ۳۱،۳۲)

اسی کے ساتھ حضرت ڈاکٹر مفتی صاحب موصوف نے تلاوتِ قرآن و سماعتِ قرآن کے متبادل جائز طریقوں کا بھی ذکر کیا ہے، مثلاً:

''**(۱)**......مسجد کے امام و خطیب اگر خود اچھے قاری ہوں تو وہ کبھی کبھی نماز کے علاوہ بھی نماز سے متصل بعد لوگوں کو ایک دو رکوع اچھے انداز سے پڑھ کر سنادیں۔

(۲)......کبھی کوئی مہمان قاری آئے ہوں تو اُن سے پڑھوالیں۔

(۳)......جن قاری صاحبان کے نزدیک اس طرح سے تبلیغ کی ضرورت ہے وہ وقتاً فوقتاً دوسری مساجد میں جا کر کسی تشہیر کے بغیر نماز کے بعد موجود لوگوں کو قرآن پاک سنائیں''

(ایضاً صفحہ ۳۳) اور ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ:

(۴)......مدرسہ و مکتب میں موجود طلبہ اپنی کسی تعلیمی، تبلیغی و اصلاحی مجلس میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ سننے سنانے کا اہتمام کریں۔

لہٰذا اوّلاً تو مروّجہ محفلِ قرائت کے منعقد کرنے میں ہی شرعی اعتبار سے کلام ہے کہ اس کا منعقد کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ خصوصاً جبکہ فقہائے کرام نے یہ بھی اُصول بیان فرمایا ہے کہ جس عمل کے سنت و مکروہ یا بدعت ہونے میں تردد ہو، اُس کو چھوڑ دینا ہی راجح ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بر تقدیرِ تعارض ادلۂ کراہت وادلۂ اباحت ترجیح جانبِ کراہت راہست کہ رعایتِ احتیاط دران است چنانچہ مقرر اہلِ اصولِ فقہ است'' (مکتوبات صفحہ ۸۰، دفتر اوّل حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۲۸۸)

ترجمہ: جب کراہت اور اباحت کی دلیلیں آپس میں متعارض ہوں تو ترجیح کراہت کو ہوگی

کیونکہ احتیاط کا پہلو اسی میں ملحوظ رہ سکتا ہے، چنانچہ اصولِ فقہ والوں کے یہاں یہ طے شدہ بات ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب کسی فعل کے سنت وبدعت ہونے میں تردد ہوجائے تو ترکِ سنت فعلِ بدعت سے بہتر ہے (البحر الرائق جلد۲صفحہ۲۱،اور ردالمحتار جلد ا صفحہ۶۴۲) میں ہے:

اِذَاتَرَدَّدَالُحُکُمُ بَیْنَ سُنَّةٍ وَبِدُعَةٍ کَانَ تَرُکُ السُّنَّةِ رَاجِحًاعَلیٰ فِعُلِ الُبِدُعَةِ

ترجمہ: جب کسی حکم میں تردد ہوجائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو سنت کا ترک کردینا بہ نسبت بدعت کرنے کے راجح ہے۔

اس قاعدے سے ان تمام اُمور کا حکم معلوم ہوجاتا ہے جن کے سنت اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو۔ بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض بدعت'' (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، حصہ اول صفحہ۱۲۰)

اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''اگر بالفرض کسی کوڑمغز اور کم فہم کو اشتباہ باقی رہے یا عوامُ الناس جو اس قسم کے مسائل میں فریقین کے دلائل کا موازنہ کر کے صحیح رائے قائم کرنے سے قاصر ہوں تو ان کے لئے صحیح راہِ عمل صرف یہی ہے کہ وہ ایسے مشکوک اور مشتبہ کام کے پاس ہی نہ جائیں، اور اگر کسی چیز کے بدعت اور سنت یا مستحب اور مباح ہونے میں شبہ ہو تو اس سے بچنا ہی ان کے لئے صحیح راہِ عمل ہے، اور باتّفاقِ علماء ان کے لئے یہی طریقہ صحیح رہنمائی کے لئے بالکل کافی ہے'' (راہِ سنت صفحہ۱۵۴، بابِ ششم)

لہٰذا ان حالات میں دیگر خرابیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے مروّجہ محفلِ قرائت منعقد کرنے کے جواز پر اطمینان نہیں کیا جاسکتا اور ان محافل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔

دوسرے جب اس قسم کی محفلوں میں دوسرے منکرات اور خرابیاں بھی شامل ہوجائیں، ایسے وقت تو ان کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا اور اس قسم کی محفلیں بالاتفاق ناجائز اور ممنوع قرار پاتی ہیں۔

سوال میں محفلِ حسنِ قرائت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ مشاہدے کے عین مطابق ہے اور واقعہ یہی ہے کہ اس

قسم کی محفلوں میں سارا زورآ واز سازی اور لہجہ وترنم پر ہوتا ہے، تجوید کے اصل قواعداور مخارج سے حروف کی ادائیگی کی طرف نہ تو عام سامعین وشرکاء کی کوئی توجہ ودلچسپی ہوتی اور نہ ہی ان چیزوں کا ان کو علم ہوتا۔ اس لیے اس قسم کی محافل میں جہاں متعدد قراء جمع ہوں اور قبولیت وداد ودہش کا معیار بھی ظاہری آ واز اور لہجہ کا خوب صورت اور سانس کا لمبا ہونا ہو، سارا زورآ واز سازی پر دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس قسم کے قرّاء حضرات کی آ واز سازی اور حسنِ صوت کا معاملہ کافی آ گے بڑھ چکا ہے، تجوید کے قواعد کو بھی اس کی خاطر نظرانداز کردیا جاتا ہے، قرآن مجید اور نعت خوانی کو موسیقی اور گانوں کے طرز پر پڑھا جاتا ہے اور موسیقی کا چسکا حاصل کرنے کے لئے اس قسم کے اسپیکر دورانِ قرائت ونعت خوانی استعمال کئے جاتے ہیں، جن کو آلۂ غناء وآلۂ موسیقی قرار دینے میں ذرّہ برابر شک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس قسم کے اسپیکروں کا مقصد ہی غناء اور موسیقی کا سُننا اور سُنانا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے اسپیکر استعمال کرکے یا ان کے بغیر بھی موسیقی اور گانوں کے انداز میں تلاوتِ قرآن وسماعتِ قرآن اور نعت وحمد وغیرہ جائز نہیں، بلکہ سخت گناہ ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الموسوم ''عصرِ حاضر حدیثِ نبوی کے آئینہ میں'' عنوان قائم فرمایا ہے '' حُسنِ قرأت کے مقابلوں کا فتنہ'' اور اس کے ضمن میں درجِ ذیل حدیث مع ترجمہ نقل فرمائی ہے:

''عن حذیفة رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ ﷺ :اقرء ا القرآن بلحون العرب واصواتھا!وایاکم ولحون اھل العشق ولحون اھل الکتابین! وسیجیء بعدی قوم یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والنوح ، لایجاوز حناجرھم مفتونة قلوبھم ،وقلوب الذین یعجبھم شأنھم''

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: تم قرآن کو عرب کے لب ولہجہ اور آ واز میں پڑھا کرو! بوالہوسوں کے نغموں کی طرح پڑھنے اور یہود ونصاریٰ کے طرزِ قرأت سے بچو! میرے بعد کچھ لوگ آئیں گے جو قرآن کو موسیقی اور نوحہ کی طرح گا گا کر پڑھا کریں گے (قرآن ان کی زبان ہی زبان پر ہوگا) حلق سے بھی نیچے نہیں اُترے گا، ان کے دل بھی فتنہ میں مبتلا ہوں گے اور ان لوگوں کے دل بھی جن کو ان کی نغمہ آرائی پسند آئے گی'' (عصرِ حاضر حدیثِ نبوی کے آئینہ میں، حدیث نمبر ۵۱، صفحہ ۵۹ و ۶۰۔ مطبوعہ: مکتبہ لدھیانوی، مئی ۲۰۰۴ء)

اور مظاہرِ حق میں مندرجہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ نواب محمد قطبُ الدین صاحب دہلوی

رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مراد یہ ہے کہ جس طرح عُشّاق اور شعراء اپنی نظمیں وغزلیں اوراشعار آواز بنا کراور ترنم وسُر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور موسیقی وراگ کے قواعد کی رعایت کرتے ہیں، تم اس طرح قرآن کریم نہ پڑھو، چونکہ یہود ونصاریٰ بھی اپنی کتابوں کو اسی طرح غلط طریقوں سے پڑھتے تھے، اس لیے اُن کی مانند پڑھنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

''اُن کے قلوب فتنہ میں مبتلا ہوں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ حُبِّ دنیا میں مبتلا ہوں گے اور لوگ چونکہ اُن کی آوازوں کو اچھا کہیں گے، اس لیے وہ اور زیادہ گمراہی میں پھنسے ہوں گے''

(مظاہرِ حق جدید جلد۲ صفحہ ۴۴۹۔ مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی۔ طباعت: ۱۹۹۴ء)

اور جب کسی مستحب عمل میں کوئی ناجائز چیز شامل ہوجائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور اس حالت میں اس عمل کی شرائط کی اتنی اہمیت نہیں رہ جاتی کہ صرف شرائط بیان کی جاتی رہیں، جبکہ آج کل کے حالات میں شرائط کا علم اور ان کی رعایت دونوں ہی کا معاملہ مشکل ہے۔

لٰہذا کسی ایک مصلحت کو بنیاد بنا کر مفاسد کو برداشت کرتے چلے جانا دراصل مصلحت پرستی کا فتنہ ہے، جس نے اس وقت اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پھر اس قول کے لینے سے اس وقت جو مفاسدِ اعتقادیہ وعملیہ شائع ہوتے ہیں، مشاہدہ ہیں، کہ سب قیود سے قطع نظر کرکے ان صورتوں کے مرتکب ہونے لگے ہیں جو بالاجماع ناجائز ہیں، اس لئے کسی کو اس قول پر عمل کرنے کی اجازت نہ ہوگی'' (امداد الفتاویٰ، جلد۳ صفحہ ۱۵۹)

اور فرماتے ہیں:

''قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس مباح سے اور جس مستحب سے عوام کسی دین کی خرابی میں پڑ جائیں وہ فعل خواص کے لئے بھی جائز نہیں رہتا حالانکہ وہ (خواص) خود اس خرابی سے بچے ہوئے ہیں، ایسے موقعہ پر خواص کو لازم ہے کہ وہ خود بھی ایسے فعلِ مباح کو بلکہ ایسے فعلِ مستحب کو بھی چھوڑ دیں جس سے عوام کی خرابی کا اندیشہ ہو، حقیقت میں یہ قاعدہ وہ پہلا ہی قاعدہ ہے کہ مصلحت اور مفسدہ جب جمع ہوتے ہیں، مفسدہ کو ترجیح ہوتی ہے، کیونکہ دوسرے شخص کا خرابی

میں پڑ جانا یہ بھی تو مفسدہ ہے، اگر لازم نہیں تو متعدّی سہی‘‘ (خطباتِ حکیم الامت جلد۵،مواعظِ میلادُ النبی صفحہ۵۹۳، وعظ نقدُ اللبیب فی عقد الحبیب۔مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور۔سنِ اشاعت:۱۹۹۲ء)

اب ذیل میں قرآن مجید اور نعت خوانی کے بارے میں چند مروّجہ منکرات کا اکابرین کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اگر قرآن شریف (یا نظم وغیرہ) سُن کر نفسیاتی کیفیت پیدا ہو تو وہ محمود نہ ہوگی مثلاً کسی امرد سے قرآن شریف سنا، اس کی آواز یا صورت سے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوئی تو یہاں اسباب (یعنی قرآن شریف پڑھنے) کو نہ دیکھیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ کیفیت یقیناً نفسیاتی ہوگی، اس صورت میں قرآن یا نظم سننا ناجائز ہوگا‘‘ (تحفۃ العلماء، جلد۲ صفحہ۸۵، فقہ حنفی کے اصول وقواعد، بحوالہ الافاضات جلد۲ صفحہ۱۶۰)

کیونکہ غنا وموسیقی کے انداز یا آلات کے واسطہ سے قرآن ونعت خوانی سے بھی نفسیاتی کیفیت پیدا ہوتی ہے، لہٰذا علت کے پائے جانے کی وجہ سے اس کا حکم بھی ناجائز ہونے کا ہی ہوگا۔

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

’’جس نعت کا مضمون شرع کے خلاف نہ ہو، مسجد اور غیر مسجد دونوں میں جائز ہے اور جس کا مضمون خلافِ شرع ہو، وہ دونوں جگہ ناجائز ہے، اسی طرح اگر کوئی امر مانع خارج سے ہو تب بھی ناجائز ہے، جیسے نظم کا قواعدِ موسیقی سے پڑھا جانا یا نعت خوان کا مشتہی ہونا‘‘

(امداد الفتاویٰ جلد۶ صفحہ۱۹۷)

معلوم ہوا کہ نظم ونعت کو موسیقی کے قواعد وطرز پر پڑھنا ناجائز ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’میں ایک دفعہ بریلی تھا وہاں ایک خان صاحب ایک انسپکٹر صفائی کے ہمراہ مجھے ملنے آئے انسپکٹر نے ان کی تعریف کی کہ یہ موسیقی میں بہت ماہر ہیں اور یہ قرآن بھی بہت اچھا پڑھتے ہیں مجھے معلوم تھا کہ گویا آدمی قرآن کیا پڑھے گا مگر یہ خیال ہوا قرآن بھی نہ سنا تو وہابیت کی اور رجسٹری ہو جائے گی اس لئے میرے منہ سے نکل گیا کہ بہت اچھا قرآن سن لوں گا پس

خان صاحب تیار ہو گئے اور انہوں نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کو موسیقی کے قاعدہ سے اتار چڑھاؤ کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ میں نے انکی اعوذ باللہ سن کر ہی کہا نعوذ باللہ، انہوں نے اول تو اعوذ کے واؤ کو بہت لمبا کھینچا اور آواز کو بھی بیحد بلند کیا پھر آواز کو اتارتے ہوئے بیحد پست کر کے باللہ کو ادا کیا۔ میں نے اعوذ باللہ سن کر ہی ان کو روک دیا کہ بس آگے قرآن کو بھی اسی طرز سے پڑھیں گے میں سننا نہیں چاہتا کیونکہ اس طرح قرآن پڑھنا بھی حرام اور اس کا سننا بھی حرام۔ خان صاحب بگڑ گئے اور کہنے لگے واہ صاحب میں نے بہت سے علماء کو قرآن سنایا ہے کسی نے بھی مجھ پر اعتراض نہیں کیا، میں نے کہا خان صاحب میں نے اسی لیے متنبہ کیا ہے کہ آپ مجھ کو اس فہرست میں شمار نہ فرماویں ان علماء ہی نے آپ کو یہ جرأت دلائی ہے کہ آج آپ میرے سامنے بھی پڑھنے کو تیار ہو گئے اگر ان میں سے کوئی آپ کی خیر خواہی کرتا اور آپ کے عیب پر متنبہ کر دیتا تو آج آپ کو یہ نوبت نہ آتی ....قرآن ایک شاہی فرمان ہے اس کو اس طرح پڑھنا چاہیے جس سے سننے والوں کو اس کا شاہی فرمان ہونا معلوم ہو.......... بادشاہ کے کلام کو اس طرح پڑھنا چاہئے جس سے اس کی عظمت وصولت ظاہر ہو نہ اس طرح جس طرح غزلیں پڑھی جاتی ہیں، تو دیکھئے ان خان صاحب کو میری تنبیہ اس لیے منکر معلوم ہوئی کہ دوسرے علماء نے ان کا قرآن سن لیا اور متنبہ نہ کیا اسی سکوت نے تو عوام کا دماغ بگاڑ دیا ہے (خطبات حکیم الامت ج ۱۴، بعنوان جزاو سزا وعظ جمال الجلیل، ص ۱۴۰، ۱۴۱ ملخصاً)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو موسیقی کے قواعد پر پڑھنا اور سننا حرام ہے، اور ایسی قرائت پر علماء کا سکوت اختیار کرنا عوام کے فتنہ وفساد میں مبتلا ہونے کا باعث ہے۔

حُسنِ صوت اور گانے میں فرق بیان کرتے ہوئے حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حُسنِ صوت اور گانے میں فرق ظاہر ہے، یعنی گانے میں تو لہجہ مقصود اور دوسرے قواعد تابع ہوتے ہیں، اگر لہجہ کے بنانے میں قواعد رہ جائیں تو پروانہیں کی جاتی اور تحسینِ صوت میں قواعد مقصود اور حُسنِ صوت تابع ہے یعنی اگر قواعد کو محفوظ رکھ کر خوش آوازی ہو سکے تو اس کی رعایت کی جاتی ہے ورنہ اس کی پروانہیں کی جاتی (تحفۃ العلماء جلد ۱ صفحہ ۶۶، علوم وفنون ونصاب تعلیم، بحوالہ اصلاحِ انقلابِ امت صفحہ ۴۵)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''تلاوتِ قرآن میں حُسنِ صوت اور اچھا لہجہ جس سے دل کشی پیدا ہو ایک درجہ میں مطلوب ومحبوب ہے ، بشرطیکہ آج کل کے قرّاء کی طرح اس میں غلو نہ ہو کہ صرف آواز ہی سنوارنے اور لوگوں کو لبھانے کی فکر رہ جائے ، تلاوت کا اصل مقصد ہی غائب ہو جائے'' (معارف القرآن ج۶ص۲۱۱)

معلوم ہوا کہ آواز کا اچھا ہونا اور دل کش لہجہ ایک درجہ میں مطلوب ومحمود ہے ، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ غلو کرنا اور اسی کو مقصود بنالینا نہ ہو ، اور آج کل کی محافلِ قرائت میں اس کو مقصود بنالینے کا مشاہدہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''بعض لوگ جو حقیقتاً قواعدِ تجوید سے واقف نہیں ۔ قواعدِ موسیقی کے مطابق سُر ملا کر پڑھتے ہیں ، جس سے بعض حروف کو زیادہ دراز کرتے ہیں ۔ حالانکہ وہ مد نہیں ، بعض کو جلدی سے پڑھ جاتے ہیں حالانکہ وہ مد ہے اور بھی اسی طرح متعدد قسم کے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ راگ گانے میں ہوتا ہے ، اس طرح پڑھنا یقیناً ناجائز ہے ، اس سے معنیٰ میں کافی تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور الفاظ بھی مسخ ہو جاتے ہیں'' (فتاویٰ محمودیہ جلد ۱ صفحہ ۲۹)

اور محفلِ حُسنِ قرائت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''قرآنِ پاک کو خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اور اس پر بڑی بشارت ہے ، اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو ، خوف وخشیت طاری ہو ، ہیبتِ الٰہی سے کانپتے ہوئے اس کی وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے ، آنکھوں سے آنسوں جاری ہوں ، ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے ، اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں ، صحابۂ کرام میں بھی یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی بقیہ سب سنتے اور ایمان کو تازہ کرتے رہتے ۔ پیسہ کمانا یا اپنی تعریف وشہرت ہرگز مقصود نہ ہو ، اگر قرآن پاک کی تلاوت کو خدانخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے ، خواہ وہ اہلِ قبور کو ثواب پہنچانے کی شکل میں ہو یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو ، یا اپنی تعریف وشہرت حاصل

کرنے کے لئے پڑھا جاوے، یا موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب وفراز وزیروبم کے ساتھ پڑھا جائے۔تو اس کی ہرگز اجازت نہیں۔اس پر سخت وعید ہے'' (فتاویٰ محمودیہ جلد ا صفحہ ۳۰)

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا گیا کہ:

سوال: آجکل بعض عوامی شاعر فلمی دھنوں پر نعت لکھتے ہیں اور ایسے نعت مذہبی اجتماعات میں پورے طور سے فلمی سروں ادا کئے جاتے ہیں ایسی نعت کو شاعر مخرب اخلاق فلمی ریکارڈ سنتے ہوں گے، جبھی تو وہ ان سروں پر نعت کہتے ہیں ایسے نعت خوانوں اور ایسے دوسرے شائقین کو مخرب اخلاق فلمی ریکارڈ سننے کا چسکا پڑتا ہے شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:

اس کو شومیِ قسمت کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے کہ اول تو ہم ہر نیک کام سے روز بروز دور ہوتے جارہے ہیں اور اگر کبھی اچھا کام کرنے کا جذبہ پیدا بھی ہوتا ہے تو اس میں جب تک کچھ ناجائز اور حرام کی آمیزش نہ کرلیں تسکین نہیں ہوتی سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے بلاشبہ یہ نعت جیسی روح پرور عبادت کو کھیل تماشا بنانا اور اس کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔

علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

''جب کوئی شخص پانی کو شراب کے مشابہ بنا کر شراب کی طرح پیئے تو اس کے لئے حرام ہے''

چنانچہ فقہاء نے کہا اگر کوئی شخص لہو وطرب کے ساتھ پانی یا کوئی اور حلال مشروب شرابیوں کی طرح ہیئت بنا کر پیئے تو یہ صورت حرام ہے، علامہ ابن عابدین نے بھی فقہاء کے اس قول سے اتفاق کیا ہے۔نیز رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ **من تشبہ بقوم فھو منھم** (جو شخص کسی قوم یا گروہ کی نقالی کرے وہ انہی میں سے ہے) تو جب ناجائز کام کی نقالی کی اجازت مباح چیزوں میں بھی نہیں تو ایک عبادت کو حرام کے مشابہ بنا کر پیش کرنا تو ناجائز ہونے کے علاوہ عبادت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی گستاخ نہایت خوش ذائقہ مٹھائی سڑے ہوئے کیچڑ میں لتھیڑ کر کسی حاکم کو بطور تحفہ پیش کرنے کی جسارت کرے۔

ایسے نعت گو حضرات کو اس فعلِ قبیح سے مناسب طریقہ سے روکنا چاہئے اور ان کی ہمت افزائی سے پورا اجتناب کرنا چاہیے (نوادر الفقہ ج ۲، ص ۳۵۲، ۳۵۳)

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا گیا کہ:

سوال: آج کل کراچی میں محافل قرائت ہورہی ہیں جن میں بیرون ملک سے قاری صاحبان آتے ہیں اور کلام پاک سناتے ہیں، اس پر زید اس طرح تبصرہ کرتا ہے ''یہ جو آج کل کراچی میں قراءت کی محفلیں منعقد ہورہی ہیں ان کی شکل بالکل مشاعروں کی طرح ہوتی ہے جس طرح ایک شاعر اپنا کلام سنا کر دادِ تحسین حاصل کرتا ہے پھر دوسرا آتا ہے، اس طرح یہ سلسلہ چلتا ہے، جس شاعر کے کلام پر داد زیادہ ملتی ہے وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، اور جس کلام پر واہ واہ نہیں ہوتی وہ منہ لٹکائے چلا جاتا ہے اور بہت دلگیر ہوتا ہے، کیا قرآن پاک جو اللہ کا کلام ہے وہ اس حد تک نعوذ باللہ اتار دیا جائے کہ لوگ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں اور مائک پر آکر گلے بازیاں کریں اور وہ قاری جس کی آواز اچھی ہو اس پر لوگ جھومنے لگیں اور جو سادہ پڑھے اس پر لوگ منہ بسورتے ہیں اور اس پر توجہ نہ دیں، کیا یہ قرآن کی بے حرمتی نہیں ہے؟ اگر ایسا شوق ہے تو جمعہ کے دن مساجد میں کسی قاری کو موقعہ دیا جائے اور لوگ سنیں، اس طرح قرآن کا احترام اور قاری کا احترام باقی رہے گا مگر اس قسم کے مقابلوں میں لوگ مسلمان ہونے کی حیثیت سے براہ راست قرآن کو تو کچھ نہیں کہتے مگر ان کے تاثرات سے قرآن کی عظمت کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ایک مسلمان کے احساسِ قلب کے لئے تکلیف دہ ہے'' اس قسم کے تبصرہ پر مجلس میں بہت سے لوگ بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ اس رائے کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ سب جہالت ہے، اس سے محفل قراءت کی مخالفت ہوتی ہے وغیرہ۔ شرعی حکم کیا ہے؟

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا سننا کارِ ثواب ہے، البتہ اس میں صرف قاری کی خوش الحانی پر نگاہ رکھنا درست نہیں، اور نہ ایک سانس میں کئی آیتیں پڑھنے کو وجۂ افضلیت قرار دینا درست ہے، اصل نظر قرآن کے مضامین پر ہونی چاہیے، اور جو نہ سمجھ سکیں وہ اس بات کی طرف نظر کریں کہ قرآن کریم کا صحیح تلفظ کس طرح ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم، احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴۔ ۱۲۔ ۱۳۸۷ھ

اورحضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی رحمہ اللہ اسی سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

بلاشبہ داد لینے اور تعریف کرانے کے لئے تلاوت کرنا سخت منع ہے، اس نیت سے تلاوت کرنے والوں اور داد دینے والوں کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کے قلوب فتنے میں پڑے ہوں گے۔

فقال علیه الصلوة والسلام: سیجئ اقوام یقیمونه کما یقام القدح یتعجلونه ولایتاجلونه وفی روایة وسیجی بعدی قوم یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والنوح لایجاوز حناجر هم مفتونة قلوبهم وقلوب الذین یعجبهم شأنهم (رواه البیهقی فی شعب الایمان) مشکوٰة ص ۱۹۱ (طبع قدیمی کتب خانه)

اور قرآن شریف کو کانوں کی نمائش کا ذریعہ بنانا ہی بے ادبی ہے نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے، سب اپنی اپنی نیت کا جائزہ لیں۔ کتبہ العبد الحقیر ۔ محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفی عنہ

۱۴-۱۲-۱۳۸۷ھ (فتاویٰ عثمانی جلد ا صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲، کتاب العلم والتاریخ والطب)

یہ سوال اور جواب اب سے تقریباً چالیس سال پہلے گویا کہ نصف صدی کے لگ بھگ کا ہے، اور اس وقت سے لے کر اب تک کیا کچھ فتنوں میں اضافہ ہو گیا ہے اس کا اندازہ خود ہی لگایا جاسکتا ہے۔

اب اس کا فیصلہ ہر شخص بآسانی کرسکتا ہے کہ خوش الحانی اور ایک سانس میں کئی کئی آیتیں پڑھنے پر ان محافلِ حُسنِ قرائت میں، حُسنِ قرائت کا مدار رکھا جاتا ہے یا نہیں، اور داد لینا و تعریف حاصل کرنا پیشِ نظر ہوتا ہے یا نہیں اور موسیقی کے انداز اور آلہ کو واسطہ بنا کر قرآن کو کانوں کی نمائش کا ذریعہ بنالیا گیا ہے کہ نہیں، ہم یہ فیصلہ قارئین وسامعین پر ہی چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی قبر و آخرت کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کرلیں، اس کو سمجھنے کا ایک آسان معیار بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جو تجوید کے اصولوں کے عین مطابق قرائت کریں مگر ان کی آواز اور لہجہ خوبصورت ودلکش نہ ہو اور دوسری محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جن کی آواز اور لہجہ تو خوبصورت ہو مگر تجوید کے قواعد کی رعایت نہ کریں پھر دونوں قسم کی محفلوں کے مقبول و پسندیدہ ہونے کا فیصلہ فرمالیں۔

ان حالات میں اہلِ علم فقہاء حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قسم کے منکرات کے سدِّ باب کی طرف اپنی توجہ کو مبذول فرمائیں اور تاویلات کا راستہ اختیار کرتے ہوئے لوگوں کو اور قرآن مجید و نعتِ رسول جیسے مقدس کلام کو فتنوں کی بھینٹ چڑھنے اور ان کو موسیقی کو غنا کے ساتھ نتھی اور منسلک کرنے سے بچائیں اور حضرت مجدد الفِ

ثانی رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے رہنمائی حاصل کریں:

''جہان کا جہان دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے، کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت کا دَم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔ اس دور کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں، جو بدعتیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں ان کو مخلوق کا تعامل سمجھ کر ان کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور بدعات کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں'' (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۴)

اقرؤا القرآن بلحون العرب واصواتها......بلا تكلف النغمات من المدات والسكنات فى الحركات والسكنات بحكم الطبيعة الساذجة عن التكلفات (واياكم ولحون اهل العشق) اى اصحاب الفسق (ولحون اهل الكتابين) اى ارباب الكفر من اليهود والنصارىٰ فان من تشبه بقوم فهو منهم قال الطيبى: اللحون جمع لحن وهو التطريب وترجيع الصوت، قال صاحب جامع الاصول: ويشبه ان يكون مايفعله القراء فى زماننا بين يدى الوعاظ من اللحون العجمية فى القرآن مانهى عنه رسول الله ﷺ (وسيجئ)......(بعدى قوم يرجعون)......(بالقرآن)...... (ترجيع الغناء)......(والنوح)......والمراد ترديدا مخرجًا لها عن موضوعها اذلم يتأت تلحينهم على اصول النغمات......(لايجاوز) اى قرائتهم (حناجرهم)......كناية عن عدم القبول والرد عن مقام الوصول (المرقات شرح المشكوٰة جلد ۵ صفحه ۱۲، ۱۳، باب)

وفى الذخيرة وان كانت الالحان لاتغير الكلمة عن وضعها ولاتؤدى الى تطويل الحروف التى حصل التغنى بها، حتى يصير الحرف حرفين بل لتحسين الصوت وتزين القراء ة من موضعها تفسد الصلوٰة لانه منهى عنه............ويقرب من هذاما يقال فى زماننا لمن يغنى للناس الغناء المحرم، بارك الله طيب الله الانفاس فان قصد الثناء عليه والدعاء له لسكوته فحسن وان لغنائه فهو معصية اخرىٰ من السماع الخ (ردالمحتار ج ۶ فرع يكره اعطاء السائل المسجد الخ)

والفسوق المعاصى وهو منهى عنه فى الاحرام وغيره الاانهٔ فى الاحرام اشد كلبس الحرير فى الصلاة والتطريب فى قراء ة القرآن (البحر الرائق جلد ۲، باب الاحرام)

(قوله ولحن) قال الشيخ باكير رحمه الله عند قوله بلا ترجيع ولحن يقال لحن فى القراء ة طرب وترنّم ماخوذ من الحان الاغانى فلا ينقص شيئا من حروفه ولا يزيد فى اثنائه حرفاً وكذا لا يزيد ولاينقص من كيفيات الحروف كالحركات والسكنات والمدات وغيرذالك لتحسين الصوت فامامجرد تحسين الصوت بلا تغيير فانه حسن (تبيين الحقائق باب الاذان)

واماالتكليف باوزان الموسيقى فمن اسوء البدع فيجب على التالى التعزيز وعلى السامع

النکیر (بریقہ محمودیہ فی شرح طریقۃ محمدیہ ج۲،صفحہ۲۱۴،السابع عشر الغناء)

التغنی وھوالترنم والتنغیم مع التحریف والتغییروالتبدیل کماھوالمعھودبین اھل الموسیقی فان ذالک من آثارۃ الشھوات الخفیۃ بالقلوب اللاھیۃ والافئدۃ الساھیۃ تتزین للناس ولاتطرد الخناس وتزیدفی الوسواس (بریقہ محمودیہ فی شرح طریقۃ محمدیہ ج۲،صفحہ۲۱۵، السابع عشرالغناء)

ان الفقہاء صرحوابکون التالی بالتغنی والسامع لہٗ آثمین ....قال البزازی رحمہ اللہ قراءۃ القرآن بالالحان معصیۃ والتالی والسامع آثمان وکذافی مجمع الفتاویٰ (بریقہ محمودیہ فی شرح طریقۃ محمدیہ ج۲،صفحہ۲۱۷،السابع عشرالغناء)

واقبح التغنی ما کان فی القرآن والذکر والدعاء وقد مرمنہ شئ فی آفات اللسان (بریقہ محمودیہ فی شرح طریقۃ محمدیہ ج۴،رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازۃ والزحف والتذکیر)

وقدتقدم مثال ذالک ماھومعلوم موجوداالیوم بیننافی المساجد وغیرھامن التغنی بالقرآن والزیادۃ فیہ بالمد الفاحش والنقص بحسب مایوافق نغماتھم فی الطریقۃ التی ارتکبوھاومضت علیھاسنتھم الذمیمۃ (المدخل لابن الحاج جلد ا صفحہ ۱۵،التغنی بالقرآن وقرائتُہٗ بالالحان)

وھٰذاالخلاف انماھومالم یبھم معنی القرآن بتردیدالاصوات وکثرۃ الترجیعات فاذازادالأمرعلی ذالک حتی لایعرف معناہ فذالک حرام باتفاق کمایفعلہ القراء بالدیار المصریۃ الذین یقرؤن أمام الملوک والجنائز ویأخذون علیھماالاجوروالجوائز ضل سعیھم وخاب عملھم فیستحلون بذالک تغییر کتاب اللہ تعالیٰ ویھونون علی أنفسھم الاجتراء علی اللہ بأن یزیدوافی تنزیلہ مالیس فیہ جھلابدینھم ومروقاعن سنۃ نبیھم ورفضاًلسیرالصالحین فیہ من سلفھم وتزیغاالیٰ مایزین لھم الشیطان من اعمالھم وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاًفھم فی غیھم یترددون وبکتاب اللہ یتلاعبون فاناللّٰہ واناالیہ راجعون (المدخل لابن الحاج جلد ا صفحہ۵۳و۵۴،التغنی بالقرآن وقرائتُہٗ بالالحان)

وقال بعض الصالحین ان تلذذبالحان القرآن حرم فھم القرآن ،وقال ابوھریرۃ انتم اقرء ألسنۃً ونحن اقرء قلوباوقال ابن مسعود نحن قوم ثقلت علیناقراء ۃالقرآن وخف علیناالعمل بہ وسیجیء قوم یخف علیھم قراء ۃالقرآن ویثقل علیھم العمل بہ ،وقال کعب الاحبار یستقرأن رجال القرآن ھم رخص اصواتا من المعازف ومن حداۃ الابل لاینظراللہ الیھم یوم القیامۃ (المدخل لابن الحاج جلد۳صفحہ۱۱۲،السماع وکیفیتہ)فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم.

محمد رضوان ۔۲۱/شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ۔

دارالافتاء،ادارہ غفران،چاہ سلطان راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب:مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

چند اصولی وفقہی باتیں

(افادات حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

قسطوں پر خرید وفروخت کی حقیقت

قسطوں پر بیع کا مطلب وہ بیع ہے جس میں بیچنے والا اپنا سامان خریدار کو اسی وقت دے دے لیکن خریدار اس چیز کی قیمت فی الحال ادا نہ کرے بلکہ وہ طے شدہ قسطوں کے مطابق اس کی قیمت ادا کرے، لہٰذا جس بیع میں مذکورہ بالا صورت پائی جائے اس کو ''بیع بالتقسیط'' کہیں گے، چاہے اس چیز کی طے شدہ قیمت اس کی بازاری قیمت کے برابر ہو یا کم یا زیادہ، لیکن ''بیع بالتقسیط'' میں عام معمول یہ ہے کہ اس میں چیز کی قیمت بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کی جاتی ہے، لہٰذا اگر خریدار اس چیز کو نقد خریدنا چاہے تو وہ اس چیز کو مقررہ قیمت سے کم قیمت پر بازار سے خرید سکتا ہے، لیکن اگر خریدار اس چیز کو ادھار خریدنا چاہے گا تو بیچنے والا اس وقت اس کو بیچنے پر تیار ہوگا، جب اس کو نقد کے مقابلے میں زیادہ قیمت وصول ہو، اس لئے عام طور پر ''بیع بالتقسیط'' میں نقد بیع کے مقابلے میں زیادہ قیمت مقرر کی جاتی ہے (فقہی مقالات ج۱ص۸۲)

مدت کے مقابلے پر قیمت زیادہ کرنے کا حکم اور اس کی شرط

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ ادھار بیع میں نقد بیع کے مقابلہ میں قیمت زیادہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ عاقدین کے عقد کے وقت ہی بیع موجل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں قطعی فیصلہ کر کے کسی ایک ثمن پر متفق ہو جائیں، لہٰذا اگر بائع یہ کہے کہ میں نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں بیچتا ہوں اور اس کے بعد کسی ایک بھاؤ پر اتفاق کئے بغیر دونوں جدا ہو جائیں تو یہ بیع ناجائز ہے، لیکن اگر عاقدین مجلسِ عقد میں ہی کسی ایک شق اور کسی ایک ثمن پر اتفاق کرلیں تو یہ بیع جائز ہو جائے گی (فقہی مقالات ج۱ص۸۲و۸۳)

''بیعتین فی بیعۃ'' سے کیا مراد ہے؟

بیعتین فی بیعۃ سے مراد یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں یہ کپڑا تم کو نقد دس درہم میں بیچتا ہوں، اور

Idara Ghufran

ادھار بیس درہم میں بیچتا ہوں ،اور پھر کسی ایک بیع (سودے) پر اتفاق کر کے جدائی نہیں ہوئی (فقہی مقالات ج۱ص۸۳) (بلکہ اسی طرح قیمت میں تردد کی حالت میں بائع مشتری جدا ہو گئے ،ناقل)

مذکورہ بیع کے ناجائز ہونے کی بنیاد

مذکورہ بیع کے ناجائز ہونے کی علت یہ ہے کہ عقد کے وقت کسی ایک صورت کی عدمِ تعیین سے ثمن دو حالتوں میں متردد ہو جائے گا اور یہ تردد جہالتِ ثمن کو مستلزم ہے،جس کی بناء پر بیع ناجائز ہوئی ،مگر مدت کے مقابلے میں ثمن کی زیادتی ممانعت کا سبب نہیں ،لہٰذا اگر عقد کے وقت ہی کسی ایک حالت کی تعیین کر کے جہالتِ ثمن کی خرابی دور کر دی جائے تو پھر اس بیع کے جواز میں شرعاً کوئی قباحت نہیں رہے گی (فقہی مقالات ج۱ص۸۳)

قسطوں پر خرید وفروخت کے جواز کی بنیاد

قرآن وحدیث میں اس بیع کے عدمِ جواز پر کوئی نص موجود نہیں اور اس بیع میں ثمن کی جو زیادتی پائی جارہی ہے اس پر ربا کی تعریف بھی صادق نہیں آرہی ہے، کیونکہ وہ قرض نہیں ہے اور نہ ہی یہ اموالِ ربویہ کی بیع ہورہی ہے بلکہ یہ ایک عام بیع ہے اور عام بیع میں بائع کو شرعاً مکمل اختیار ہے کہ وہ اپنی چیز جتنی قیمت پر چاہے فروخت کرے اور بائع کے لئے شرعاً یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی چیز بازاری دام پر ہی فروخت کرے اور قیمت کی تعین (تعیین) میں ہر تاجر کا علیٰحدہ اصول ہوتا ہے بعض اوقات ایک ہی چیز کی قیمت حالات کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے (فقہی مقالات ج۱ص۸۳وص۸۴)

اپنی مملوکہ چیز کی قیمت مقرر کرنے کا اختیار

اگر کوئی شخص اپنی چیز کی قیمت ایک حالت میں ایک مقرر کرے اور دوسری حالت میں دوسری مقرر کرے تو شریعت اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی ،لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی چیز نقد آٹھ روپے میں اور ادھار دس روپے میں بیچ رہا ہو،اس شخص کے لئے بالاتفاق اسی چیز کو نقد دس روپے میں فروخت کرنا بھی جائز ہے،بشرطیکہ اس میں دھوکہ فریب نہ ہو اور جب نقد دس روپے میں بیچنا جائز ہے تو ادھار دس روپے میں بیچنا کیوں ناجائز ہوگا (فقہی مقالات ج۱ص۸۴)

بھاؤ تاؤ کرتے وقت مختلف قیمتیں بیان کرنے کا حکم

بائع (بیچنے والے) کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ بھاؤ تاؤ کے وقت مختلف قیمتیں بیان کرے، مثلاً

یہ کہے کہ نقد آٹھ روپے میں اور ادھار دس روپے میں بیچوں گا (فقہی مقالات ج ا ص ۸۴)

مدتوں کے اختلاف کی بنیاد پر مختلف قیمت مقرر کرنا

اس بارے میں فقہاء کی کوئی عبارت تو نظر سے نہیں گزری، البتہ فقہاء کے سابقہ اقوال پر قیاس کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت بھی جائز ہے اس لئے کہ جب نقد اور ادھار کی بنیاد پر قیمتوں میں اختلاف جائز ہے تو پھر مدتوں کے اختلاف کی بناء پر قیمتوں میں اختلاف بھی جائز ہے اس لئے کہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ادھار بیع کے جواز کے لئے قیمت اور مدت کی تعیین شرط ہے

عقدِ بیع صرف اس وقت جائز ہے جب عاقدین کے درمیان قیمت اور مدت دونوں کی تعین پر اتفاق ہو چکا ہو، لہٰذا بھاؤ تاؤ میں ذکر کردہ مختلف قیمتوں اور مدتوں میں سے کسی ایک کی تعیین بیع کے وقت ہی ضروری ہے ورنہ بیع جائز نہ ہوگی (فقہی مقالات ج ا ص ۸۵)

قسطوں پر خرید وفروخت کی ناجائز صورت

اگر بھاؤ تاؤ کے وقت بائع (بیچنے والا) مشتری (خریدار) سے کہے کہ اگر تم ایک ماہ بعد اس کی قیمت ادا کرو گے تو اس کی قیمت دس روپے ہے اور اگر دو ماہ بعد ادا کرو گے تو اس کی قیمت بارہ روپے ہے، اور تین ماہ بعد ادا کرو گے تو اس کی قیمت چودہ روپے ہے اور پھر مجلسِ عقد میں کسی ایک شق کی تعیین کے بغیر عاقدین اس خیال سے جدا ہو گئے کہ مشتری (خریدار) ان تین شقوں میں سے ایک شق کو بعد میں اپنے حالات کے مطابق اختیار کر لے گا، تو یہ بیع بالا جماع حرام ہے، اور عاقدین پر واجب ہے کہ وہ اس عقد کو فسخ کریں اور دوبارہ از سرِ نو جدید عقد کریں جس میں کسی ایک شق کو وضاحت کے ساتھ معین کریں (فقہی مقالات ج ا ص ۸۵)

طے شدہ قیمت میں تاخیر کی بنیاد پر اضافہ کرنا

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اوپر اس بیع (یعنی قسطوں پر خرید وفروخت) کے جواز کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ اس وقت ہے جب نفسِ ثمن میں زیادتی کردی جائے، لیکن اگر یہ بیع اس طرح کی جائے جس طرح بعض لوگ کرتے ہیں کہ نقد بیچنے کی بنیاد پر اس چیز کی ایک قیمت مقرر کر لیتے ہیں اور پھر

اس قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کی بنیاد پر اس کی اصل قیمت پر اضافہ کرتے ہیں یہ صورت سود میں داخل ہے (فقہی مقالات ج ا ص ۸۵)

طے شدہ قیمت میں تاخیر کی بنیاد پر اضافے کی مثال

مثلاً بائع یہ کہے میں فلاں چیز تم کو آٹھ روپے میں نقد فروخت کرتا ہوں لیکن اگر تم نے ایک ماہ تک قیمت ادا نہ کی تو تمہیں دو روپے مزید ادا کرنے ہونگے، اب اس دو روپے کو ''منافع'' کا نام دیا جائے یا کچھ اور، لیکن اس کے سود ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اس لئے کہ اس چیز کی اصل قیمت آٹھ روپے مقرر کردی اور یہ آٹھ روپے بیع کے نتیجے میں مشتری کے ذمہ دَین (اُدھار) ہوگئے اب اس آٹھ روپے سے زیادہ مطالبہ کرنا یقیناً سود ہی ہے (فقہی مقالات ج ا ص ۸۵)

ابتداءً ہی زیادہ قیمت طے کرنے اور طے شدہ قیمت میں اضافہ کرنے میں فرق

دونوں صورتوں میں عملی فرق یہ ہے کہ پہلی صورت اس لئے جائز ہے کہ اس میں فریقین کے درمیان جن مختلف قیمتوں پر بھاؤ تاؤ ہو رہا تھا ان میں سے ایک قیمت یقینی طور پر فریقین کے اتفاق سے طے ہو جاتی ہے، اور بیع مکمل ہونے کے بعد اس قیمت میں اضافہ یا کمی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور مشتری کی طرف سے قیمت کی ادائیگی میں تقدیم و تاخیر سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، مثلاً اگر مشتری نے وہ چیز دس روپے میں اس شرط پر خریدی کہ ایک ماہ بعد قیمت ادا کرے گا لیکن کسی وجہ سے وہ ایک ماہ کے بجائے دو ماہ میں قیمت ادا کرے، تب بھی وہ دس روپے ہی ادا کرے گا اب مدت کی زیادتی کی بنیاد پر قیمت میں زیادتی نہیں ہوگی اور دوسری صورت اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں قیمت تو آٹھ روپے متعین ہوگئی اور پھر ادائیگی میں تاخیر کی بنیاد پر اس میں نفع کا اضافہ کیا گیا اور اس کے بعد پھر ادائیگی میں جتنی تاخیر ہوتی جائے گی نفع میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا مثلاً اس چیز کی اصل قیمت آٹھ روپے متعین ہوگئی اور پھر ادائیگی میں ایک ماہ کی تاخیر کی بنیاد پر دو روپے نفع کا اضافہ ہو جائے گا اور اگر مشتری نے دو ماہ بعد قیمت ادا کی تو اب چار روپے کا اضافہ ہو جائے گا اور تین ماہ کی تاخیر پر چھ روپے کا اضافہ ہو جائے گا، اس طرح ہر تاخیر پر قیمت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، لہٰذا بیع کی پہلی صورت شرعاً جائز اور حلال ہے اور دوسری صورت ربا (سود) میں داخل ہے اور شرعاً ناجائز ہے (فقہی مقالات ج ا ص ۸۶)

دَین (قرض) پرضمانت کا مطالبہ کرنے کا حکم اور اس کی دوصورتیں

دَین (قرض) پرکسی توثیق (یعنی ضمانت) کا مطالبہ کرنا، یا مقرر وقت پر دَین ادا کرنے پر کسی گارنٹی کا مطالبہ کرنا جائز ہے (فقہی مقالات ج۱ ص۸۶) دَین (قرض) کی ادائیگی کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک رہن رکھنا، دوسرے یہ کہ تیسرے شخص کا ضمانت دینا (فقہی مقالات ج۱ ص۸۶)

رہن رکھوانے کا مقصد اور رہن رکھی ہوئی چیز کا حکم

پہلی صورت میں مشتری اپنی کوئی مملوکہ چیز بائع کے پاس بطورِ رہن رکھوائے اور بائع گارنٹی کے طور پر اس چیز کو اپنے پاس رکھ لے، لیکن اس شیء مرہون (رہن کے طور پر رکھی ہوئی چیز) سے منتفع ہونا اس کے لئے کسی صورت میں جائز نہیں، اس لئے کہ اس شیء مرہون سے منتفع ہونا بھی ربا (سود) کی ایک صورت ہے، البتہ وہ چیز بائع کے پاس اس لئے رکھی رہے گی تاکہ مشتری اس رہن کے دباؤ کی وجہ سے وقتِ مقررہ پر دَین ادا کرنے کا اہتمام کرے، ہاں اگر مشتری وقتِ مقررہ پر دَین ادا کرنے سے قاصر ہوجائے تو پھر بائع اس چیز کو بیچ کر اپنا دَین وصول کرلے، لیکن عقد کے وقت جو قیمت مقرر ہوئی تھی اس سے زیادہ وصول کرنا اس کے لئے جائز نہیں، لہٰذا اگر اس شیء مرہون کے بیچنے سے اتنی رقم وصول ہوئی ہو کہ بائع اپنا دَین وصول کرنے کے بعد بھی کچھ رقم بچ جائے تو وہ بچی ہوئی رقم مشتری کو واپس لوٹانا ضروری ہے (فقہی مقالات ج۱ ص۸۶ و ص۸۷)

مملوکہ چیز کے کاغذات رہن رکھوانا

جس طرح مشتری کے لئے اپنی مملوکہ اشیاء کو رہن رکھوانا جائز ہے اسی طرح ان اشیاء کی صرف دستاویزات اور کاغذات کو رہن رکھوانا بھی جائز ہے (فقہی مقالات ج۱ ص۸۷) (قرض لینے والے کے قرض دینے والے کے پاس اپنی کوئی چیز بطورِ رہن رکھوانے کے مسئلے میں بھی یہی تفصیل ہے جو اوپر مذکور ہوئی، ناقل)

تیسرے شخص کی طرف سے ضمانت اور گارنٹی

حصولِ قرض پر ضمانت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کوئی تیسرا شخص ادائے دَین کی ضمانت لے لے اور یہ ذمہ داری قبول کرے کہ مدیون اصیل (اصل مقروض) اگر دَین (قرض) ادا کرنے سے قاصر رہا تو میں دَین ادا کروں گا، اس قسم کی ضمانت کو ''کفالۃ'' کہا جاتا ہے، کتبِ فقہاء میں اس کے مفصل احکام مذکور ہیں (فقہی مقالات ج۱ ص۹۵ و ص۹۶)

Idara Ghufran

عبرت کدہ ﴿إِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطن اور زمانہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق مختلف زمانوں میں تین ملکوں کے ساتھ رہا ہے، عراق، شام، مصر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اصلاً عراق کے قصبہ اُور کے باشندے تھے، عراق کا یہ خطہ دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے، یہ خطہ قدیم زمانے سے ہی ہزاروں سال تک تہذیب وتمدن کا مرکز رہا ہے، تاریخ میں اس کو بابلی تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس علاقے میں بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوئی ہیں، اور بڑے بڑے باجبروت بادشاہ تاریخ کے مختلف زمانوں میں یہاں گذرے ہیں، کئی قوموں کا عروج وزوال اس زمین سے وابستہ ہے، جو تاریخ کے مختلف ادوار میں ادھر ادھر سے آکر یہاں پر قابض ہوتی رہیں، اور سابقہ قوم اور سلطنت کو درھم برھم کر کے اپنی تہذیب اور سلطنت کا ڈنکا یہاں بجواتی تھیں۔

ان مختلف قوموں کو عموماً امِ سامیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جن کا نسب سام بن نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے، امِ سامیہ کی چند مشہور قومیں یہ ہیں، عربؔ، عبرانیؔ، سریانیؔ، عمالقہؔ۔

علم الاقوام کے محققین نے اقوامِ عالم کو اخلاق، عادات، رنگ ونسل اور زبان کے اتحاد ومشابہت کے لحاظ سے چند قسموں میں تقسیم کیا ہے، ان میں سے ایک اہم قسم بنوسام یا امِ سامیہ (سامی اقوام) ہے، سام بن نوح کے پانچ بیٹے تھے، جن سے نسلیں چلیں، پھلیں، پھولیں، کافی طویل مدت میں یہ نسلیں شاخ در شاخ ہوکر مستقل قومیں اور قبیلے بنے، یہی بنوسام یا سامی اقوام کہلاتی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن بابل (عراق) پر عرب سامیوں کا تسلط ہوا اور انہوں نے اس زمین پر طویل مدت تک حکومت کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں عراق پر نمرود کی حکومت تھی (نمرود غالباً اس خاندان کے ہر بادشاہ کا شاہی لقب ہوتا تھا، جس خاندان کی اس وقت بابل (عراق) پر حکومت

Idara Ghufran

ہوتی تھی)اور یہ رعایا کے صرف بادشاہ ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ خود کو ان کا رب اور مالک جانتے تھے، اور رعایا بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح ان کو اپنا خدا اور معبود مانتی اور ان کی بھی اسی طرح پرستش کرتی تھی جس طرح دیوتاؤں کی کی جاتی تھی، بلکہ دیوتاؤں سے بھی زیادہ ادب والا معاملہ ان کے ساتھ کیا جاتا تھا، اس لئے کہ وہ بادشاہ صاحبِ عقل وشعور بھی ہوتا تھا اور تخت وتاج کا مالک بھی۔ [۱]

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے تبلیغ کرتے ہوئے فلسطین (شام) پہنچے، اور وہاں سے مصر گئے، مصر کے سفر میں ہی ظالم بادشاہ (فرعونِ مصر) کا واقعہ پیش آیا، جس نے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ رحمہا اللہ کو غصب کرنا چاہا، تو اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی مدد ظاہر ہوئی، جس کے نتیجے میں بادشاہ نے ان کو اعزاز واکرام کے ساتھ رخصت کیا، اور پنی بیٹی حضرت ھاجرہ بھی حضرت سارہ کی خدمت کے لئے ہمراہ کی۔

بنی اسرائیل حضرت ھاجرہ کو لونڈی کہہ کر بنو اسماعیل (اہلِ عرب) پر بنی اسرائیل کی فضیلت ثابت کرتے ہیں، اولاً تو یہ اصول خود ہی غلط ہے، ثانیاً حضرت ھاجرہ کا لونڈی ہونا محلِ نظر ہے، اس زمانے میں مصر میں حکمران عرب کی ایک سامی قوم تھی، جس سے ابراہیم علیہ السلام کے نہایت قریبی نسبی تعلقات تھے، لفظِ ھاجرہ کا عبرانی ہونا بھی اس دعوے کی ایک مضبوط دلیل ہے، [۲] اس وجہ سے اس زمانے کے فرعون [۳] کا حضرت ھاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں دینا اس بات کی قوی شہادت

---

[۱] بعض مورخین نے اہلِ ایران کا یہ دعویٰ بھی نقل کیا ہے کہ یہ نمرود اصل میں مشہور بادشاہ ضحاک تھا، ضحاک تاریخ میں مشہور ایرانی بادشاہ ہوا ہے، اس طرح انہوں نے عراق پر ایرانیوں کے تسلط کو ثابت کرنا چاہا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عراق وبابل کی قدیم ترین حکومت انہی کے ہاتھ میں تھی، اور جمشید کے بعد (جو سام بن نوح کا معاصر تھا) ضحاک تازی نے ملک پر قبضہ کرلیا، فردوسی جو ایران کی تاریخ کا ترجمان ہے، اس نے بھی ضحاک تازی اور اس کے ہزار سالہ عہد کا مفصل بیان اپنی منظوم تاریخ '' شاہنامہ '' میں کیا ہے۔

[۲] لفظِ ہاجرہ اصل میں عبرانی لفظ '' ہاغار '' ہے، جس کے معنیٰ بیگانہ اور اجنبی کے ہیں، ان کا وطن چونکہ مصر تھا اسی لئے یہ نام پڑ گیا، لیکن اس اصل کے پیشِ نظر زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ '' ہاغار '' کے معنیٰ '' جدا ہونے والے '' کے ہیں اور عربی میں '' ہاجر '' کے معنیٰ بھی یہی ہیں، یہ چونکہ اپنے وطن مصر سے جدا ہوکر یا ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریکِ حیات اور حضرت سارہ کی خدمت گذار بنیں اس لئے ہاجرہ کہلائی (قصص القرآن ج ا ص ۲۱۳ بتغیر)

[۳] ارض القرآن میں مصر کے بادشاہوں کے متعلق جو عربی کتبِ تاریخ کے حوالے منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر پر جس خاندان کی حکومت تھی اس خاندان کے ہر بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا اور اس خاندان کی حکومت سینکڑوں سال پر محیط ہے، کہ ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک مصر پر فراعنہ ہی کا سلسلۂ حکومت پھیلا ہوا نظر آتا ہے، جیسے ابراہیم علیہ السلام کے دور کا فرعون، یوسف علیہ السلام کے دور کا فرعون، موسیٰ علیہ السلام کے دور کا فرعون وغیرہم، اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ اس سلسلہ کا ہر فرعون سرکش اور خدائی کا دعویدار ہو جیسے آخری فرعون تھا جو غرق ہوا (وقیل ان فراعنة مصر کانوا من العمالیق وکان منهم فرعون ابراهیم...... وفرعون یوسف...... وفرعون موسیٰ (معجم یاقوت بحوالہ ارض القرآن حصہ اول ص ۱۱۹)

ہے کہ اصل میں اس ازدواج سے نسبی تعلق میں مضبوطی واستحکام مقصود تھا، قصص القرآن میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ اور اپنے برادرزادہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لے گئے اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مصر کی حکومت ایسے خاندان کے ہاتھ میں ہے جو سامی قوم سے تعلق رکھتا تھا، اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبی سلسلہ میں وابستہ تھا، یہاں پہنچ کر ابراہیم علیہ السلام اور فرعونِ مصر کے درمیان ضرور کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس سے اس کو یقین ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اس کا خاندان خدا کا مقبول اور برگزیدہ خاندان ہے، یہ دیکھ کر اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ کا بہت اعزاز کیا اور ان کو ہر قسم کے مال ومنال سے نوازا، اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے قدیم خاندانی رشتہ کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے اپنی بیٹی ہاجرہ کو بھی ان کی زوجیت میں دے دیا، جو اس زمانہ کے رسم ورواج کے اعتبار سے پہلی اور بڑی بی بی کی خدمت گذار قرار پائیں''

[۱] (قصص القرآن ج ۱ ص ۲۱۲)

اس لئے بنی اسرائیل کا یہ دعویٰ کہ بنو اسماعیل (عرب) ہم سے اس لئے کمتر ہیں کہ وہ لونڈی کی اولاد ہیں اور ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کی اولاد ہیں، صحیح نہیں ہے، اور یہ دعویٰ واقعہ اور تاریخ دونوں کے خلاف ہے، اور جس طرح توراۃ کے دوسرے مضامین میں تحریف کی گئی ہے اسی طرح اس واقعہ میں بھی تحریف کی گئی ہے، اور واقعہ کی تمام تفصیلات کو حذف کر کے صرف ''لونڈی'' کا لفظ باقی رہنے دیا گیا۔ (جاری ہے............)

---

[۱] سفر الیسار میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کا بادشاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم وطن تھا، ربی شلوم جو توارۃ کا ایک مفسر ہے، تکوین (۱۶۔۹۱) کی تفسیر میں لکھتا ہے:

ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی، فرعون نے جب سارہ کی کرامات دیکھیں تو کہا کہ اس کے گھر میں لونڈی بن کر رہنا دوسرے گھر میں بی بی بن کر رہنے سے بہتر ہے (بحوالہ ارض القرآن، ج ۲ ص ۲۸۰)

اس تفسیر اور توراۃ کی آیت کو جمع کرنے سے یہ حقیقت خوب واضح ہوجاتی ہے کہ توراۃ میں ہاجرہ کو صرف اسی لئے لونڈی کہا گیا ہے کہ مصر کے بادشاہ نے ان کو حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ وہ سارہ کی خدمت گذار رہے، یہ مطلب نہ تھا کہ وہ لونڈی بمعنیٰ ''جاریہ'' ہیں، اسی لئے ربی شلوم تصریح کرتا ہے کہ ہاجرہ فرعونِ مصر کی بیٹی تھیں۔

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

کھجور (DATE)

قرآنی ارشادات کے ذریعے اللہ تبارک تعالیٰ نے متعدد بار ان احسانوں اور مہربانیوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے پھلوں کی صورت میں انسان کو عطا کئے ہیں۔ ان پھلوں میں انگور، انجیر، انار، اور زیتون کا تذکرہ بار بار آیا ہے لیکن جس پھل اور درخت کا حوالہ سب سے زیادہ دیا گیا ہے وہ ہے کھجور...... اس کا بیان نخل، النخیل (جمع) نخلة (واحد) کے ناموں سے بیس مرتبہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ اور اگر مختلف ناموں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کھجور کا ذکر قرآن حکیم میں 28 بار ہوا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں نبی ﷺ سے مروی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کے وقت سات چھوہارے کھائے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ عوالی مدینہ کے سات چھوہارے کھانے کے بعد نہ اسے زہر نقصان دیگا۔ اور نہ جادو کا اثر ہوگا۔ حضور ﷺ کو کھجوریں بہت پسند تھیں۔ حضرت سلمان بن عامر ضبیؓ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اسے چاہئے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ یہ برکت والی چیز ہے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے اس لئے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے۔ اسی لئے رمضان المبارک میں مسلمان مذہبی ذوق شوق سے افطاری کھجور کے ساتھ کرتے ہیں، جس سے انہیں ثواب اور غذا و توانائی حاصل ہوتی ہے۔ اسی مناسبت کی وجہ سے کھجور کے بارے میں کچھ معلومات پیش کی جارہی ہیں۔

کھجور ایک عام درخت ہے جو مشرقِ وسطیٰ، امریکہ، ایشیائی ممالک میں اور شمالی افریقہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کھجور کی کاشت آٹھ ہزار سال قبل جنوبی عراق میں شروع کی گئی تھی، اس وقت دنیا میں کہیں بھی پھل دار پودوں کی کھیتی کا تصور تک نہ تھا۔ آج بھی کھجور کو دنیا کے بیشتر ایسے ممالک جہاں کھجور کی کاشت ہوتی ہے۔ یہ پھل ایک منافع بخش زرعی جنس کے طور پر مقبول ہے اور اسے ایکسپورٹ کر کے زرمبادلہ کمایا جارہا ہے جب کہ اس کے ادویاتی استعمالات کے لئے نت نئے طبی تجربات کے ذریعے کھجور کی افادیت کی ترویج کی جارہی ہے۔ ریاستہائے عرب، مصر، لبنان ودیگر ممالک میں کھجور کے اجزاء سے مقوی اشیائے خوردنی بنائی جاتی ہیں۔ کھجور شاید دنیا کا وہ واحد پھل ہے جو یورپ

Idara Ghufran

اور امریکہ میں بھی یکساں مقبول ہے۔اس کی متعدد اقسام ہین جنہیں ان ممالک میں خاص طور پر پسند کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں کھجور کے لئے خیر پور، ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے علاقے اگر چہ زیادہ مشہور ہیں۔مگر کھجور چاروں صوبوں میں ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے علاقے میں کھجور کی 159 اقسام کاشت کی جاتی ہیں۔ پاکستان کھجور ایکسپورٹ کرنے والے ممالک میں نمایاں ترین ہے۔ پاکستان سے کھجور کی ایکسپورٹ کا آغاز 1982ء میں ہوا۔اُس وقت امریکہ، کینیڈا اور نیوزیلینڈ کو اڑتالیس لاکھ روپے کی کھجور ایکسپورٹ کی گئی۔ پاکستانی کھجور کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب پاکستان چالیس سے بھی زیادہ ممالک کو کھجور ایکسپورٹ کرتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان نے 2001ء میں ڈیڑھ ارب روپے مالیت کی کھجور برآمد کی تھی ۔

کھجور کو عربی زبان میں تمر۔ نخل، فارسی میں خرما، سنسکرت میں کھرجور اور بنگالی زبان میں کھجور کہتے ہیں۔

مزاج:......اطبا کی رائے کے مطابق دوسرے درجہ میں گرم پہلے درجہ میں تر (بعض نے) گرم دوم اور خشک اول درجہ میں لکھا ہے۔

مقدار خوراک:......بقدر ہضم۔

کھجور کے کچھ خواص:......کھجور میں 60 فیصد گلوکوز کے علاوہ Sucrose، Pectin، Cellulose، Taninnin چربی اور اسٹارچ بھی مختلف مقدار میں موجود ہیں، جب کہ وٹامن A.B، B2 اور C بھی پائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ بہت سے معدنی اجزاء مثلاً سوڈیم، کیلشیم، سلفر، کلورین، فاسفورس، اور آئرن بھی اس میں موجود ہیں۔

طبی فوائد واستعمالات:......معدہ کو طاقت دیتی ہے۔ کھانے کو ہضم کرتی ہے۔ صالح خون پیدا کرتی ہے۔قوت باہ کے لئے مفید ہے۔ بلغم کو ختم کرتی ہے۔ سینہ اور پھیپھڑوں کو طاقت دیتی ہے۔ بچے کی ولادت کے وقت کھانا مفید ہے۔ صفرا اور تیزابیت کو ختم کرتی ہے۔ تازہ تحقیق کے مطابق بچوں کو دودھ میں ڈال کر ابالنے کے بعد پلایا جائے تو بچوں کو توانائی حاصل ہوتی ہے۔ کھجور کی گٹھلی جلا کر دانتوں پر ملی جائے تو منھ کی بدبو کو دور کرتی ہے، دانتوں کو چمکاتی ہے۔

ضعف قلب:......طب نبوی کی رو سے کھجور سے دل کے عوارض ختم ہو جاتے ہیں۔رات کے وقت چند کھجوروں کو پانی میں بھگو کر رکھیں اور صبح نہار منھ اسی پانی میں کھجوروں کو مسل کر ہفتہ میں دو بار استعمال کریں تو یہ دل کی توانائی کے لئے مؤثر ٹانک ثابت ہوتا ہے۔

Idara Ghufran

قبض:...... مٹھی بھر کھجوریں رات کو پانی میں بھگو دی جائیں اور صبح ان کو شیک کر کے شربت بنالیں۔اس کو پینے سے قبض ٹوٹ جاتی ہے۔

قوت باہ اور بانجھ پن کے لئے:...... مٹھی بھر کھجوریں بکری کے تازہ دودھ میں بھگو کر اگلی صبح اسی دودھ میں کچل مسل کر شہد اور سبز الائچی ملا کر استعمال کرنے سے اعضائے مادہ تولید کی کارکردگی بڑھتی ہے۔حتیٰ کہ اس سے بانجھ پن تک بھی دور ہو جاتا ہے۔

بدن کو موٹا کرنے کے لئے:......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتی ہیں کہ! میری والدہ مجھے موٹا کرنے کے لئے بہت علاج کرواتی رہی وہ چاہتی تھیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤں تو موٹی ہوں۔لیکن تمام دواؤں سے کوئی فائدہ نہیں ہوا حتیٰ کہ میں نے تازہ پکی ہوئی کھجوریں اور کھیرے کھائے ان سے میں نہایت خوبصورت جسم والی موٹی ہو گئی۔یہ علاج اس کی افادیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

طریقہ استعمال:......آدھا کلو دودھ میں چار عدد کھجوریں روزانہ ابال کر دودھ اور کھجوریں نوش کی جائیں تو انشاءاللہ بدن فربہ ہو جائیگا۔

زچہ کے لئے:...... جو خواتین زیادہ خوراک استعمال نہیں کر سکتیں وہ روزانہ مٹھی بھر کھجوریں ایک گلاس دودھ کے ساتھ کھایا کریں، دودھ کے بغیر بھی کھجوریں کھانے سے فائدہ ہوگا۔کھجور کے مضر اثرات انار کا رس یا سکنجبین ۔روغن بادام۔خشخاص یا سیاہ مرچ کے شامل کرنے سے ختم ہو جاتے ہیں۔جدید طب کے مطابق شہد کھجور اور زیتون کی افادیت موسموں کے تغیر سے نہیں بدلتی اور نہ ہی گرمی میں انہیں ترک کرنا چاہئے، یہ سدا بہار غذائیں ہیں، مگر اعتدال کی ساتھ استعمال کرنا بہتر ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تربوز کو کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے (ترمذی) آپ ﷺ فرماتے تھے کھجور کی گرمی تربوز کی سردی سے ختم کی جائے اور اس (تربوز) کی سردی اس کی گرمی سے ختم کی جاتی ہے (ابوداؤد)

کھجور کے بارے میں احتیاط:......آپ ﷺ نے منقہ اور کھجور کو ساتھ کھانے سے منع فرمایا۔حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں مجلس رسالت ﷺ میں کھجوریں کھا رہا تھا۔ان دنوں میری آنکھ دکھ رہی تھی کہ حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔تم کھجوریں کھا رہے ہو جب کہ تمہاری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ یہ ارشاد گرامی اس طرف دلالت کرتا ہے کہ جب آنکھیں دکھتی ہوں تو اس وقت کھجوریں کھانا مناسب نہ ہوگا۔ **واللہ اعلم بالصواب**

اخبارادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

☐...... جمعہ ۲۹/ رجب و ۷/ ۱۴/ ۲۱/ شعبان کو تینوں مسجدوں (مسجدِ امیر معاویہ، مسجد بلال، مسجد نسیم) میں قبل از جمعہ وعظ اور بعد از جمعہ مسائل کی نشستیں ہوئیں۔

☐...... جمعہ ۲۹/ رجب و ۱۴/ شعبام کو پندرہ روزہ فقہی مذاکرے کی نشستیں ہوئیں۔

☐......اتوار ۲/ ۹/ ۱۶/ شعبان کو بعد عصر حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس ملفوظات منعقد ہوتی رہیں۔

☐......اتوار ۹/ شعبان صبح شعبہ ناظرہ للبنین اور بعد ظہر شعبہ ناظرہ للبنات کا سالانہ امتحان ہوا، اتوار ۱۶ شعبان حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے جناب عبدالوحید اختر صاحب (مالک نیو پنڈی پرنٹرز) کی بھتیجی کا نکاح پڑھایا، نکاح سادگی کے ساتھ مسجد میں ہوا۔

☐......سوموار ۱۸/ شعبان ادارہ کا سالانہ شورائی اجلاس منعقد ہوا، جس میں ادارہ کے بیرونی ارکان مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا) اور مولانا محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ امدادیہ فیصل آباد) تشریف لائے، بعد مغرب تا عشاء مولانا محمد زاہد صاحب کے ساتھ ادارہ اور بیرون ادارہ کے اربابِ افتاء کی فقہی مذاکرہ کی مجلس ہوئی، بعد عشاء مولانا محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم واپس روانہ ہوگئے، جبکہ مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم قبل المغرب تشریف لے گئے تھے۔

☐......منگل ۱۱/ شعبان شعبہ حفظ کا امتحان ہوا، اسی دن شعبہ کتب کے امتحانات مکمل ہوئے، بعد ظہر بزم ادب کا بھی سال کا اختتامی جلسہ ہوا، جس میں سالانہ امتحان کے نتائج کا بھی اعلان کردیا گیا، اچھے درجے میں پاس ہونے والے طلباء وطالبات کو انعامات دیئے گئے، اور شعبہ تعلیم میں تین دن جمعہ کی شام تک چھٹیوں کا اعلان کیا گیا۔

☐...... بدھ ۲۷/ رجب و ۵/ ۱۹/ شعبان بعد ظہر ہفتہ وار اصلاحی بیان برائے طلبہ کرام ہوتا رہا، بدھ ۵/ شعبان کو شعبہ کتب کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے۔

☐......جمعرات ۲۸/ رجب و ۶/ شعبان کو بعد ظہر حسبِ معمول بزمِ ادب کا جلسہ منعقد ہوا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

مولوی ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

بدھ 26 رجب 1427ھ / 22 اگست 2006ء: پاکستان: زنا بالجبر کے جرم کے لئے کوئی حد مقرر نہیں، یہ تعزیری جرم ہے تحفظ خواتین بل کا متن **23 اگست**: پاکستان: شادی بیاہ پرون ڈش کی اجازت، ترمیمی بل دونوں ایوانوں سے منظور **24 اگست**: پاکستان: پنجاب بھر میں کریک ڈاؤن، مجموعی طور پر 800 افراد کو گرفتار کرلیا گیا، گرفتار ہونے والوں پر مذہبی منافرت پھیلانے، اشتعال انگیز تقاریر اور ممنوعہ لٹریچر تقسیم کا الزام ہے مقدمات درج کر لئے گئے **25 اگست**: بھارت: تھرا ایکسپریس چار ماہ کے لئے بند کردی گئی پاک بھارت ٹرین سروس کو ریلوے ٹریک کے سیلاب میں بہہ جانے کے باعث بند کیا گیا، ذرائع **26 اگست**: لندن: برطانوی اہلکار نے زبردستی عراق بھیجنے پر خودکشی کرلی **27 اگست**: ایران: نے نئے ایٹمی ری ایکٹر کا افتتاح کردیا پرامن جوہری پروگرام سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی محمود نژاد نئے ایٹمی ری ایکٹر ''ارک'' نے باقاعدہ طور پر کام شروع کردیا سالانہ 16 ٹن بھاری پانی پیدا کرنے کی صلاحیت ہوگی، **28 اگست**: پاکستان: بگٹی ہلاکت، بلوچستان سندھ میں ہنگامے، گھیراؤ جلاؤ، کوئٹہ میں کرفیو، 3 جاں بحق 900 گرفتار، **29 اگست**: افغانستان: 2 ترک باشندے قتل ایک اغواء کرلیا گیا **30 اگست**: پاکستان: وزیرِ اعظم کے خلاف اپوزیشن کی تحریک عدمِ اعتماد ناکام 136 اراکین نے تحریک کے حق میں ووٹ دیا، **31 اگست**: پاکستان: ملک بھر میں احتجاج جاری بلوچستان میں پہیہ جام، 700 گرفتار **یکم ستمبر**: پاکستان: بگٹی کی لاش نکال لی گئی، حکومت آج تدفین کرے گی **2 ستمبر**: پاکستان: بگٹی حکومتی پہرے میں سپرد خاک بلوچستان میں مکمل دیگر صوبوں میں جزوی ہڑتال، ومظاہرے 51 گرفتار **3 ستمبر**: عراق میں 11 پاکستانی زائرین قتل، دہشت گردی ہے مذمت کرتے ہیں دفتر خارجہ **4 ستمبر**: پاکستان: بلوچستان، نیشنل پارٹی کے اراکین اسمبلیوں سے مستعفی، اب پنجاب سے براہ راست جنگ ہوگی، بگٹی کے قتل کا بدلہ لیں گے، بلوچی رہنماؤں کا اعلان **5 ستمبر**: پاکستان: تحفظ حقوق نسواں بل سلیکٹ کمیٹی نے منظوری دیدی بل اسمبلی میں پیش، مجلس نے آج مظاہرے کا اعلان کردیا **6 ستمبر**: پاکستان: تمام مکاتب فکر کے علماء ومشائخ نے حدود آرڈیننس ترمیمی بل کو متفقہ طور مسترد کردیا ہے اور اس بل کو قومی اسمبلی سے فوری طور پر واپس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ یہ مطالبہ جامعہ دارالخیر گلستان جوہر میں جے یو آئی کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق کی زیر صدارت ہونے والے علماء ومشائخ کنونشن میں

کیا گیا ہے ✍ **7 ستمبر:** ایران نے جدید ترین لڑاکا طیارہ گرج تھنڈر تیار کرلیا جدید طیارہ روس کی مدد سے تیار کیا گیا، امریکی ایف 18 سے زیادہ خصوصیات کا حامل ہے ✍ **8 ستمبر:** پاکستان: بے نظیر آصف زرداری کے دوبارہ وارنٹ گرفتاری جاری، وزارت داخلہ کو رپورٹ پیش کرنے کا حکم، گزشتہ پیشی پر سیشن جج اسلام آباد نے دونوں کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس بارے میں کوئی پیش رفت نہ ہوسکی ✍ **9 ستمبر:** بھارت: مسجد کے باہر قبرستان میں 5 بم دھماکے، 40 شہید 190 زخمی، مہاراشٹر میں نورانی مسجد کے باہر سائیکل پر نصب دو بم دھماکے ہوئے 3 دھماکے قبرستان میں ہوئے جہاں شبِ برات کے موقع پر ہزاروں لوگ فاتحہ خوانی کے لئے جمع تھے، بھگدڑ مچ گئی ✍ **10 ستمبر:** پاکستان: کراچی حیدرآباد میں شدید بارش 4 ہزار سے زائد افراد محفوظ مقامات پر منتقل، امدادی کاموں کے لئے فوج طلب، ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ، حیدرآباد میں 170 ملی میٹر سے زائد بارش ریکارڈ کی گئی، شہر کے 80 فیصد علاقے پانی میں ڈوب گئے، ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکل سٹاف کو ہسپتال موجود رہنے کی ہدایت، کراچی کی ملیر ندی میں طغیانی کے پانی میں پھنسے افراد کو ہیلی کاپٹر اور کشتی کے ذریعے نکالا گیا، سیلاب سے کئی راستے بلاک ہوگئے ✍ **11 ستمبر:** افغانستان: گردیز خودکش حملے میں گورنر پکتیا سمیت 3 ہلاک، قندھار میں 94 طالبان کی شہادت کا دعویٰ ✍ **12 ستمبر:** پاکستان: سبی کوئٹہ کے درمیان ٹرانسمیشن لائن کو دھماکے سے اڑا دیا گیا، 10 اضلاع کو بجلی کی فراہمی معطل، دھماکوں سے 132 کے وی کے 2 ٹاور بری طرح متاثر، صوبے میں 350 میگاواٹ بجلی کی قلت، مرمت میں کئی روز لگ سکتے ہیں ✍ **13 ستمبر:** شام: دمشق میں امریکی سفارت خانے پر حملہ، محافظ ہلاک 4 حملہ آور جاں بحق ✍ **14 ستمبر:** پاکستان: چیئرمین سٹیل ملز جنرل (ر) عبدالقیوم کو عہدے سے ہٹا دیا گیا، ملکی مفاد میں بات کرنے سے نوکری جاتی ہے تو یہ چھوٹی بات ہے، سابق چیئرمین کی صحافیوں سے گفتگو **15 ستمبر:** پاکستان: ن لیگ کے 28 ارکان پنجاب اسمبلی نے استعفے پارٹی کے حوالے کردیئے ✍ **16 ستمبر:** پاکستان: سینٹ قومی اسمبلی پوپ کی ہرزہ سرائی کے خلاف قراردادِ مذمت منظور **17 ستمبر:** پاکستان: مشرف موہن ملاقات، امن مذاکرات بحال کرنے کا اعلان۔

ماہِ رمضان المبارک کے فضائل و احکام

مرتب: مفتی محمد رضوان

(روزہ، سحری، افطاری، تراویح، شبینہ، اعتکاف، فطرانہ، عیدالفطر کے مسائل)

نقشہ اوقاتِ نماز سحر و افطار

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270

By Mufti Muhammad Rizwan - Translated by Abrar Hussain Satti

Value of One Fasting of Ramzan

It is related by Abu Hurairah (R.A) that The Prophet of God (S.A.W) said: "whoever omits even a single fast of Ramzan without the legal concession of journey etc., or (a valid excuse like that of illness), amends cannot be made for the thing that is omitted even though he observes fasting throughout the life."

Comments: According to the research of some scholars, if a person omits a single fast of Ramzan without the legal concession of Sharia, its compensation cannot be made even if one observes fasting throughout his life. The majority of the scholars say that although, the ransom of one omitted fast is only a fast in return on some other day and if a person broke a fasting deliberately after observing it, then he has to offering sixty fasts as the penalty except one ransom (Qaza) fast. Thus the obligation will be fulfilled, but the great blessings and

rewards cannot be regained through this subsequent act which is lost by abandoning the original fast. In fact, every good deed has a prescribed time period or a season and it is greatly valued by that time period or season. Just as the Month of Ramzan has been prescribed for fasting. It is the month for fasting. So in this month one can gain a lot of ajar or reward from Allah (SAW) by fasting which he cannot gain by observing fasts in other days or months as a ransom (Qaza) because the fasting is not offered in its prescribed time period. We feel sorry to say that so many healthy and physically fit people do not observe fasting in Ramzan because of fulfilling their little desires like taking tea, cigarettes, betel leaf, etc. or because of hunger or thirst, or other worldly affairs or businesses. They should remember their hereafter and should avoid from destroying their hereafter or other stages they will meet after their death.